ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا ۳۰ واں سال

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

جلد : 30 شمارہ : 6

جون ۲۰۱۰ء / جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

ہدیہ فی شمارہ: 30/ روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

منیجر: محمد اشرف
آفس سیکریٹری / پروف ریڈر: ندیم احمد ندیم قادری نورانی
شعبۂ سرکولیشن / اکاؤنٹس: محمد شاہ نواز قادری
کمپیوٹر سیکشن: عمار ضیاء خاں / مرزا فرقان احمد

نوٹ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدے یا ماہنامے میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلس تحقیق و تصنیف کرے گی۔ (ادارتی بورڈ)

لطف اُن کا عام ہو ہی جائے گا

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت پروانۂ شمع رسالت امام الشاہ

احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

جان دے دو وعدۂ دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

شاد ہے فردوس یعنی ایک دن
قسمتِ خدام ہو ہی جائے گا

یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں
نفس تو تو رام ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

یادِ گیسو ذکرِ حق ہے آہ کر
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

سائلو! دامن سخی کا تھام لو
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

یادِ ابرو کرکے تڑپو بلبلو!
ٹکڑے ٹکڑے دام ہو ہی جائے گا

مفلسو! اُن کی گلی میں جا پڑو
باغِ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

گر یونہی رحمت کی تاویلیں رہیں
مدح ہر الزام ہو ہی جائے گا

بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو
شیخ دُرد آشام ہو ہی جائے گا

غم تو ان کو بھول کر لپٹا ہے یوں
جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا

مِٹ کہ گر یونہی رہا قرضِ حیات
جان کا نیلام ہو ہی جائے گا

عاقلو! ان کی نظر سیدھی رہے
بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا

اب تو لائی ہے شفاعت عفو پر
بڑھتے بڑھتے عام ہو ہی جائے گا

اے رضا ہر کام کا اِک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

ہر چمن میں رضا کی نکہت ہے

ندیم احمد ندیم قادری نورانی

مجھ کو احمد رضا سے الفت ہے
دل میں عظمت ہے، لب پہ مدحت ہے

آج پھر کر رہا ہوں ذکرِ رضا
آج پھر رب کی مجھ پہ رحمت ہے

ہر گلی میں رضا کا چرچا ہے
ہر چمن میں رضا کی نکہت ہے

اُن کے افکار قابلِ تقلید
اُن کا کردار رشکِ ملّت ہے

اُن کے اقوال بحرِ علم و حِکَم
ان کی تحریر اک کرامت ہے

مجھ کو علمِ رضا سے حصّہ ملے
ذوقِ تشنہ کی یہ ضرورت ہے

کاش ہو جائے اک نگاہِ کرم
التفاتِ رضا کی حاجت ہے

ذاتِ احمد رضا خدا کی قسم
آسمانِ صفا کی رفعت ہے

جل رہا ہے چراغِ عشقِ رضا
خلوتوں میں بھی نورِ جلوت ہے

میرے جذبات کی یہ رنگینی
اُن کے نغمات کی بدولت ہے

غنچۂ شوق کھِل رہا ہے، ندیمؔ!
دیدِ احمد رضا کی حسرت ہے

اپنی بات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستان

مدیر ''معارفِ رضا'' پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے قلم سے

امام احمد رضا خاں قادری محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز کو وصال فرمائے ہوئے ۹۱ برس ہو چکے ہیں۔ تقریباً ایک صدی گزر جانے کے باوجود ایک ہزار کتب کا مصنف آج بھی اہلِ علم کے درمیان اتنا متعارف نہیں کہ جتنا ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح علمی مراکز یعنی اسکول، کالج اور جامعات میں بھی امام احمد رضا اتنے زیادہ متعارف نہیں جتنی دیگر شخصیات متعارف ہیں۔ آپ کالج اور جامعات کی لائبریریوں میں جاکر جائزہ لیں، آپ کو تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں کی کتابیں لائبریری کی زینت نظر آئیں گی مگر علمائے اہلِ سنت اور امام احمد رضا کی ایک ہزار تصنیفات میں سے بعض اوقات دو چار بھی موجود نہیں ہوتیں۔ اس کی بنیادی وجہ خود عوامِ اہلِ سنّت کی تساہلی ہے اور نہ جانے کیوں وہ اپنے آپ کو بھرپور طریقے سے متعارف بھی کرانا نہیں چاہتے کہ وہ اہلِ سنّت سے تعلق رکھتے ہیں اور امام احمد رضا کے پیروکار ہیں۔ اس پردہ داری نے سخت نقصان پہنچایا کہ خود اپنے آپ کو ہی متعارف نہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں ان علمی مراکز میں امام احمد رضا محدثِ بریلوی ایک زمانے میں شجرِ ممنوعہ تک بن گئے۔ اللہ تعالیٰ مسعودِ ملت اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ (م ۲۰۰۸ء/ ۱۴۲۹ھ) کی مرقد پر اپنی کروڑ ہا اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنی پوری زندگی کالج میں تدریسی خدمات انجام دیں اور نہ صرف سُنّی پروفیسر بلکہ سُنّی رضوی پروفیسر کی حیثیت سے اپنی شناخت کروائی اور ساتھ ہی ساتھ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کو ان علمی مراکز یعنی اسکول، کالج اور جامعات کے اساتذۂ کرام کے سامنے نہ صرف یہ کہ عالمِ دین بلکہ ماہر تعلیم کی حیثیت سے بھی متعارف کرایا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مختلف گوشوں کو اپنے قلمی مقالات کے ذریعے متعارف کرایا، پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں چھپنے والے انسائیکلوپیڈیا میں مقالات شائع کروائے اور جامعات کے اساتذۂ کرام کو امام احمد رضا کا لٹریچر پیش کر کے ان کو علمی مقالات لکھنے کی ترغیب دی جس کے باعث نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں اسکالر حضرات نے M.Ed، M.Phil اور Ph.D کے مقالات لکھنا شروع کیے اور ان کی زندگی میں Ph.D کے ۲۰ سے زیادہ، M.Phil کے ۱۲ اور M.Ed لیول کے متعدد مقالات لکھے جا چکے تھے اور یہ سلسلہ ہنوز (ابھی تک) جاری ہے۔

قارئین کرام! پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ

الرحمہ نے تو گھٹاٹوپ اندھیرا ختم کیا، شجرِ ممنوعہ کا بت توڑا اور ان علمی مراکز میں امام احمد رضا کو بھرپور طریقے سے متعارف کرایا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ کے اس مشن کو وہ تمام افراد جنہوں نے آپ سے استفادہ کیا اور M.Phil اور Ph.D کی سندیں حاصل کیں، مزید آگے بڑھائیں اور اب ان کو تفصیل کے ساتھ subjects کے اعتبار سے متعارف کرائیں اور ان پر مقالات تحریر کریں، مزید لوگوں کو M.Phil اور Ph.D کروائیں ورنہ اگر دوبارہ معاذاللہ یہ شخصیت بادلوں میں چھپ گئی تو اہلِ سنّت کا بہت بڑا نقصان ہوگا اور دوبارہ سر اُٹھانے کا موقع نہ ملے گا کہ دنیا کی رفتار اور علمی رفتار تو بہت زیادہ تیز ہے۔

قارئینِ کرام! ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ۱۹۸۰ء تا ۲۰۰۹ء ڈاکٹر محمد مسعود علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں امام احمد رضا کی تعلیمات کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروفِ عمل تھا اور اب بھی اُن کی روحانی سرپرستی میں مصروفِ کار ہے اور ہماری خاص توجہ یہ ہی علمی مراکز ہوتے ہیں کہ اب دنیا کے ۹۹ فیصد لوگ اوّل دنیاوی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کے بعد کچھ ہی لوگ اپنے گھریلو علمی ذوق کے باعث دینی تعلیم سے استفادہ کرتے ہیں اور پھر اپنے علمائے اہلِ سنّت سے متعارف ہوتے ہیں جبکہ اپنے اسکول، کالج اور جامعات کے علمی ماحول میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ان کو دیگر مذاہب کے علما کا تعارف حاصل ہوجاتا ہے، کچھ نہ کچھ ان کو دیگر مسلک کے علما کی علمی کاوشوں سے آگاہی بھی ہوجاتی ہے مگر اہلِ سنّت اور بالخصوص امام احمد رضا سے وہ ابتداً متعارف نہیں ہوپاتے۔

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا کہ ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ کی کاوشوں کے باعث گرد و غبار کے بادل چھٹ چکے ہیں اور ان علمی مراکز میں اب امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کافی حد تک متعارف ہوچکے ہیں اور اب ضرورت اس امر کی ہے کہ امام احمد رضا کی علمی کاوشوں سے ان کو بھرپور آگاہی دلائی جائے۔

قارئینِ کرام! ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل پچھلے ۵ سالوں سے اس جانب بہت زیادہ توجہ دے رہا ہے کہ اب ان علمی مراکز میں مذاکرے اور کانفرنسیں کی جائیں چنانچہ اس کی ابتدا ہم نے جامعہ سندھ جامشورو سے کی اور ۲۰۰۷ء میں سندھ یونیورسٹی میں اس وقت کے شیخ الجامعہ محترم مظہر الحق صدیقی کی صدارت میں ایک علمی مذاکرے کا بندوبست کیا۔ اس موقع پر سندھ یونیورسٹی کے لیے فتاویٰ رضویہ سمیت ۲۵۰ سے زیادہ اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہلِ سنّت کی تصانیف کا سیٹ ان کی لائبریری کے لیے پیش کیا اور خصوصاً پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری صدیقی کے PhD مقالے (جو انہوں نے سندھی زبان میں امام احمد رضا کی علمی خدمات کے حوالے سے لکھا تھا) کی رونمائی بھی کی گئی اور وہ مقالہ تمام پروفیسر حضرات کو پیش بھی کیا گیا اور ساتھ ہی ایک مکمل تعارف کی Presentation بھی وہاں سامعین کے سامنے پیش کی گئی جس میں امام احمد رضا کا بھرپور علمی تعارف تھا جسے بعد میں محترم مظہر الحق صدیقی صاحب نے بہت سراہا اور انہوں

نے احقر کے لیے کلماتِ خیر ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح کی Presentation پیش کر کے ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ اتنی بڑی شخصیت کا تعارف وقت کی کمی کے باوجود بھرپور انداز میں کروایا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ امام احمد رضا کے حوالے سے جو بھی اس جامعہ سے ایم۔ فِل، پی۔ ایچ۔ڈی کرنا چاہے گا، ہم اس کے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی جانب سے ۲۰۰۸ء میں ۲۸ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد سر سیّد انجینئرنگ یونیورسٹی اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی میں کیا گیا جس کی صدارت محترم المقام زیڈ۔ اے۔ نظامی نے فرمائی جو اس یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ اس موقع پر بھی جامعہ سر سیّد کے کئی اساتذۂ کرام اور دیگر جامعات کے اساتذہ موجود تھے اور وہاں بھی احقر نے ایک Presentation بعنوان Scientific Work of Imam Ahmad Raza پیش کی جس کے لیے زیڈ۔ اے نظامی نے اپنے خطبۂ صدارت میں کئی مرتبہ اس بات کا اظہار کیا کہ انہوں نے سینکڑوں مرتبہ Presentations دیکھی اور سنی ہیں مگر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے جس طرح امام احمد رضا کے سائنسی کام کو یہاں اپنی Presentation میں پیش کیا ہے، وہ بہت High Class پیش کش ہے۔ انہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ اس قسم کی Presentation اساتذۂ کرام اور ریسرچ اسکالرز کے درمیان پیش کی جانی چاہیے تاکہ ان علمی مراکز کے لوگ امام احمد رضا کے اس وصفِ خاص سے متعارف ہو سکیں۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کروں کہ یہ Presentation نور ٹیلی ویژن نے متعدد بار اپنے چینل پر نشر کی ہے جو لندن سے پروگرام پیش کرتا ہے جس کی سربراہی پیر علاؤالدین صدیقی فرماتے ہیں۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے ۲۰۱۰ء میں وفاقی اردو یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی میں اپنی ۲۹ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا اہتمام ڈاکٹر عبدالقدیر خاں آڈیٹوریم میں کیا تھا جس کی صدارت پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر صاحب نے فرمائی تھی۔ یہ کانفرنس ادارے نے ۱۰۰ سالہ جشنِ کنزالایمان کے عنوان سے منعقد کی تھی۔ اس حوالے سے اس موقع پر بھی احقر نے کنزالایمان کے حوالے سے ایک طویل Presentation ترتیب دی تھی جس میں ان آیات کو Highlight کیا گیا تھا جس میں سائنسی قوانین بیان کیے گئے ہیں اور امام احمد رضا نے اپنے ترجمۂ قرآن میں ایسی ترجمانی فرمائی ہے کہ ہر علم والا اس ترجمے کو پڑھ کر سائنسی قوانین کو سمجھ سکتا ہے۔ جبکہ دیگر مترجمین نے اکثر ترجمہ کرتے وقت دھوکا کھایا ہے اور وہ سائنسی قوانین کی صحیح ترجمانی نہ کر سکے کیونکہ وہ مترجمین سائنسی علوم کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ مگر امام احمد رضا چونکہ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے لہٰذا آپ ان تمام آیات کا ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان علوم کی اصطلاحات میں ترجمانی فرمائی۔ احقر نے چند آیات کی روشنی میں امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کی افادیت دیگر تراجم کے مقابلے میں

بتائی تھی۔ اس Presentation کو وہاں موجود اساتذۂ کرام کی کثیر تعداد نے پسند فرمایا اور احقر کی کاوش کو سراہا۔

پاکستان کی جامعات میں امام احمد رضا کانفرنس کا سلسلہ الحمدللہ منقطع نہ ہوا اور ۲۰۱۰ء میں ۳۰ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا اہتمام جامعہ کراچی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر کے آڈیٹوریم میں کیا گیا جس کی صدارت شیخ الجامعہ محترم پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب نے فرمائی۔ یہ کانفرنس ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی۔ اس میں سندھ یونیورسٹی کے اساتذۂ کرام کے وفد نے بھی خصوصی شرکت فرمائی جن میں مندرجہ ذیل نام قابلِ ذکر ہیں: پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی شیخ (صدر شعبۂ عربی، جامعہ سندھ) جو کہ پروفیسر ڈاکٹر نذیر مغل کی نمائندگی فرما رہے تھے کیوں کہ انہوں نے اس کانفرنس میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت کرنا تھی مگر اچانک سرکاری مصروفیت کے باعث وہ خود نہ آسکے اور عبد الغنی صاحب کو اپنی نیابت کے لیے بھیجا۔ ان کے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید صاحب (سابق ڈین، اسلامک کلچر، جامعہ سندھ) پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو صاحبہ (سابق ڈین، جامعہ سندھ) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد انور پٹھان (موجودہ چیئرمین، اسلامک کلچر، جامعہ سندھ) بھی موجود تھے۔ اس موقع پر جامعہ کراچی کے اساتذہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی، ساتھ ہی طلبہ و طالبات کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب نے ادارے کی کاوشوں کو سراہا اور اعلان کیا کہ آپ یہ علمی مذاکرہ ہر سال منعقد کیا کریں، ہم ہر طریقے سے تعاون کے لیے تیار ہیں۔ جب شیخ الجامعہ یہ جملہ ادا کر رہے تھے، میرے ذہن میں امام احمد رضا کی نعت کا یہ مصرع گونج رہا تھا ؎

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستان

ایک زمانہ تھا کہ ان علمی مراکز سے امام احمد رضا کے نام کو مٹانے کی ۱۰۰ سال کوششیں ہوتی رہیں مگر امام احمد رضا نے دین کا کام بے لوث کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام اور کام کو حفاظت سے رکھا اور اب موقع آیا ہے کہ ان کے نام اور کام کا چرچا ہو۔ چنانچہ ادارۂ تحقیقات کے احباب نے اپنی سر توڑ کوشش کے باعث امام احمد رضا کو ان علمی مراکز میں متعارف کروانے کے لیے جو قدم اُٹھایا تھا، اب وہ الحمدللہ کامیابی و کامرانی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے اور اللہ نے چاہا تو ان جامعات میں جلد امام احمد رضا کی تعلیمات کا شہرہ مزید آگے بڑھے گا۔

امام احمد رضا کا تعارف اب سندھ کی جامعات سے نکل کر پاکستان کی دیگر جامعات میں بھی بھرپور انداز سے ہو رہا ہے۔ پنجاب کی جامعہ سے دو حضرات پی. ایچ. ڈی کر چکے ہیں، اسی طرح انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد سے بھی 3 حضرات ایم. فل اور ایک اسکالر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک اور انقلاب آیا کہ اسلام آباد کی اسلامک یونیورسٹی میں وہاں کے طلبہ نے ایک بزم کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام رکھا ''بزمِ رضا'' اور انہوں

نے ۶ رمئی کو ''امن اور اسلام'' کے نام سے ایک کانفرنس منعقد کی جس کی صدارت پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (سابق ڈین، فیکلٹی آف آرٹس، جامعہ پنجاب) فرمارہے تھے اور احقر مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوا۔ اس جامعہ کے آڈیٹوریم میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ احقر نے امام احمد رضا کے پیغامِ امن کے حوالے سے ایک گھنٹے گفتگو کی اور امام احمد رضا کے پیغامِ امن اور علمی کاوشوں پر تفصیلی روشنی ڈالی اور پہلی مرتبہ اسلامک یونیورسٹی کے در و دیوار امام احمد رضا کی تعلیمات اور نام سے گونج رہی تھی حالانکہ ۳سال سے یہاں طلبہ نے جدوجہد کی تھی مگر اس کانفرنس کو بری طرح ناکام بنانے کی کوشش کی گئی۔ تاہم اب ۳سالوں میں چونکہ علمی طور پر امام احمد رضا یہاں متعارف ہوگئے۔ کئی طلبہ نے ایم. فل اور پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کرلیں اور کئی طلبہ و طالبات امام احمد رضا کے حوالے سے ایم فل کے مقالات تیار کررہے ہیں۔ اس علمی تعارف کے بعد اب امام احمد رضا کے پیغام کو روکا نہیں جاسکتا۔ مجھے قوی امید ہے کہ چند سالوں میں امام احمد رضا کی تصنیفات یہاں کے سلیبس کا حصہ بن جائیں گی اور ان کی کتب بلاتفریق یہاں پڑھائی جائیں گی ان شاء اللہ۔

قارئینِ کرام! احقر نے محسوس کیا کہ یہاں کے نوجوان طلبہ کے اندر امام احمد رضا کے ساتھ والہانہ عقیدت ہے اور یہ طلبہ امام احمد رضا کی تعلیمات اور ان کی شخصیت کو بھرپور طریقے سے پیش کرنے کے لیے بہت زیادہ کوششیں کررہے ہیں۔ اگرچہ طلبہ سیاسی طور پر منظم نہیں مگر امام احمد رضا کے نام پر اکٹھے ہیں اور یہ ایک بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔ احقر ان تمام افراد سے اپیل کرے گا کہ جس طرح طلبہ نے اس یونیورسٹی میں اپنی یکجہتی کے لیے بزمِ رضا قائم کرکے ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی اور ایک اچھا پلیٹ فارم مہیا کیا ہے، ہمارے شہر اور ملک کے احبابِ اہلِ سنّت بھی تمام ناموں کو چھوڑ کر صرف امام احمد رضا کے نام اور کام پر متفق ہوجائیں تو ہمارے لیے ایک بڑی کامیابی ہوگی۔ بعض دفعہ بڑوں کی رہنمائی تو چھوٹے بھی کرجاتے ہیں۔ یہ مثال ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ملتی ہے کہ آپ نے بعض دفعہ جہادی مہم پر نوجوانوں کو بھی قیادت عطا کی تھی۔ ہم کو بھی چاہیے کہ نوجوانوں کے حوصلے، ہمت اور کاوشوں کو سراہتے ہوئے ان کے نقوش کو اہمیت دیں اور نامِ رضا پر متفق ہوکر ایک اکائی ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم سب کو دینِ مصطفیٰ کے لیے نامِ رضا پر اکٹھا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

☆☆☆

تفسیر رضوی

سورة البقرة

معارف قرآن
من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

﴿۴۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

وہ تبرکات کیا تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرھا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال وبقية مما ترك ال موسىٰ عصاه ورضاض الالواح. تابوت سکینہ میں تبرکات موسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع ابن الجراح سعید ابن منصور وعبد ابن حمید وابن ابی حاتم وابو صالح تلمیذ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے۔

قال كان في التابوت عصا موسى وعصا هارون وثياب موسى وثياب هارون ولوحان من التوراة والمن وكلمة الفرج لا اله الا الله الحليم الكريم وسبحان الله رب السمٰوات السبع ورب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين.

تابوت میں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توراۃ کی دو تختیاں اور قدرے من کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشائش 'لا اله الا الله الحليم الكريم (الخ)'

معالم التنزیل میں ہے۔

كان فيه عصا موسى ونعلاه وعمامة هرون وعصاه،

تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ اور عصا تھا۔ (تبرکات کے آداب ۱۱ تا ۱۲)

۴۱۶۶. عن اسماء بنت ابی بکر الصديق رضی الله تعالیٰ عنهما انها اخرجت جبة طيالسية كسروانية، لها لبنة ديباج، وفرجيها مكفوفين بالديباج وقالت: هذه جبة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانت عند عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، فلما قبضت قبضتها، وكان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبسها، فنحن نغسلها للمرضى نستشفى بها.

حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت نکالا، اس کی پلیٹ ریشمی تھی، دونوں چاکوں پر ریشمی کام تھا اور فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا، آپ کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے، اب ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا پاتے ہیں۔

۴۱۶۷. عن عثمان بن عبد الله بن مواهب رضى الله تعالىٰ عنه قال: دخلت على ام المومنين ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها فاخرجت الينا شعرا من شعر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مخضوبا.

حضرت عثمان بن عبداللہ بن مواہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی، اس پر خضاب کا اثر تھا۔

۴۱۶۸. عن ابی بردة رضى الله تعالىٰ عنه قال: اخرجت الينا ام المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها كساء ملبدا وازارا غليظا، فقالت: قبض روح رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في هذين.

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا: وقتِ وصالِ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ دو کپڑے تھے۔

۴۱۶۹. عن عيسى بن ملهان رضى الله تعالىٰ عنه قال: اخرج الينا انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه

نعلين لهما قبالان فقال ثابت البنانى رضى الله تعالىٰ عنه: هذا نعل النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

حضرت عیسیٰ بن ملہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے، ان کے شاگردِ رشید حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلِ مقدس ہے۔

۴۱۷۰. عن انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الايمن فحلقه، ثم دعا ابا طلحة الانصارى رضى الله تعالىٰ عنه فاعطاه اياه، ثم ناول الشق الايسر فقال: احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة فقال: اقسمه بين الناس.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا، پھر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرما دیے، پھر بائیں جانب کے بالوں کا حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دیے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کردو۔

﴿۴۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ چند احادیث صحیحین سے لکھ دیں، اور یہ ان احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح، اور اس کا انکار جہل فاضح ہے۔ لہٰذا صرف ایک عبارت شفا شریف پر اقتصار کریں۔ فرماتے ہیں۔

ومن اعظامه واكباره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه وما لمسه اوعرف به، وكانت فى قلنسوة خالد بن الوليد رضى الله تعالىٰ عنه شعرات من شعره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسقطت قلنسوته فى بعض حروبه فشد عليها شدة انكر عليه اصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثرة من قتل فيها، فقال: لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنته من شعره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لئلا تسلب بركتها وتقع فى ايدى المشركين، ورأى ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما واضعا يده على مقعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو، حضور کی طرف منسوب ہو، حضور نے اسے چھوا ہو، یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو ان سب کی تعظیم کی جائے، حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لیے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابۂ کرام نے انکار کیا، اس لیے کہ اس شدید و سخت حملے میں بہت مسلمان کام آئے، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا یہ حملہ ٹوپی کے لیے نہ تھا، بلکہ موئے مبارک کے لیے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جگہ جلوسِ اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے۔

اللهم ارزقنا حب حبيبك وحسن الادب معه ومع اولياءك آمين، صلى الله تعالىٰ عليه وبارك وسلم وعليهم اجمعين. (بدرالانوار ص۷)

﴿حواشی وحوالہ جات﴾

۴۱۶۶. الصحيح لمسلم، باب تحريم استعمال اناء الذهب الخ، ۲/۱۹۰

۴۱۶۷. الجامع الصحيح للبخارى، باب مايذكرون فى الشيب، ۲/۸۷۵

۴۱۶۸. الجامع الصحيح للبخارى، باب الاكسية والخمائص، ۲/۸۶۵

۴۱۶۹. الجامع الصحيح للبخارى، كتاب اللباس، ۲/۸۷۱

۴۱۷۰. الصحيح لمسلم، باب بيان ان السنة بعد النحر ان يرى، ۱/۴۲۱

الجامع للترمذى، باب ما جاء باى الراس يبدأ فى الخلق، ۱/۱۱۱

﴿جاری ہے......﴾

گذشتہ سے پیوستہ

۴۔ فضیلتِ طلبہ

کتاب العلم

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(۱) طالب علم مجاہد ہے

۲۴۴۔ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: مَنْ خَرَجَ فِی طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ.

حاشیہ اشعة اللمعات ۸۳

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو طلب علم میں نکلا وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے جب تک گھر واپس نہ آجائے۔۱۲م

۵۔ تبلیغ وعمل

(۱) تبلیغ دین ضروری ہے:

۲۴۵۔ عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: کَلَّا وَاللّٰہِ، لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوں نہیں خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کرو گے اور ضرور نہی عن المنکر کرو گے یا ضرور اللہ تعالیٰ تمہارے دل ایک دوسرے پر مارے گا۔ پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا جیسی ان بنی اسرائیل پر اتاری۔ فتاویٰ رضویہ ۱۰/۲۱۶

[۱] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ امر ونہی نہ ہر شخص پر فرض نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں بلکہ بعض صور میں شرع ہی اسے ترک کی ترغیب دیگی۔ جیسے جبکہ کوئی فتنۂ اشد پیدا ہوتا ہو۔ یوں ہی اگر جانے کہ بے سود ہے کارگر نہ ہوگا۔ تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں۔ خصوصاً جبکہ کوئی امر اہم اصلاح پا رہا ہو، مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جھکے یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں اور جب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ اس پر اصرار کیجیے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑ دیں گے، وہ رغبت نماز اور تعلیم عقائد بھی جائیگی تو ایسی حالت میں بقدر تیسر انہیں ہدایت، اور باقی کے لیے انتظار وقت وحالت ترک نہی نہیں بلکہ اسی کی تدبیر وسعی ہے۔

ہاں اگر پیری مریدی کا تعلق ہے اور یہ دل سے ہے تو اب ایسی صورت کا پیدا ہونا جس میں امر ونہی منجر بضرر رہوں ظاہراً نادر ہے۔ ایسے متبوعوں مقتداؤں پیروں پر اس فرض اہم کی اقامت بقدر قدرت ضرور لازم اور اسی میں ان اتباع ومریدوں کے حق سے ادا ہونا ہے۔ جو باوصف قدرت وعدم مضرت ان کے سیاہ وسفید سے کچھ مطلب نہ رکھے بلکہ ہر حال میں خوش گذران کی ٹھہرائی۔ خواہ یوں کہ خود ہی احکام شرعیہ کی پرواہ نہ رکھتا ہو۔ جیسے آج کل بہت آزاد متصوف، یا کسی دنیوی لحاظ سے پابندیٔ شرع کو نہ کہتا ہو۔ جیسے درصورت امر ونہی اپنے پلاؤ و قورمے یا آؤ بھگت پر خائف ہو تو یہ ضرور پیر غوایت ہے نہ شیخ ہدایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ رضویہ، حصہ اول ۹/۲۱۶

۲۴۶۔ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: لما بعث اللّٰہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام الی فرعون نو دی لن یفعل فلم افعل؟ قال: فناداہ اثنا عشر ملکا من علماء الملائکة، امض لما امرت بہ فانا جھدنا ان نعلم ھذا فلم نعلمہ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ عزوجل نے رسول کر کے فرعون

کی طرف بھیجا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی۔ مگر اے موسیٰ، فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل میں کہا، پھر میرے جانے سے کیا فائدہ۔ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا، اے موسیٰ! آپکو جہاں کا حکم ہے جایئے، یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

[۲] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یلن آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنان خدا ہلاک ہوئے۔ دوستان خدا نے ان کی غلامی اور ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسہ میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے۔

آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ O رَبِّ مُوْسىٰ وَهَارُوْنَ.

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا۔ رب ہے موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کا۔ فتاوی رضویہ ۱۱/۱۹۳

(۲) تبلیغ وہدایت پر اجر عظیم

۲۴۷۔ عن سهل بن سعد رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: وَاللّٰهِ لَانْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمُرُ النَّعَمِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم بیشک یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تیرے سبب سے ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو تیرے لیے سرخ اونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔

[۳] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جہاد کہ اعظم وجوہ ازالہ منکر ہے اس کی تقسیم تین اقسام پر ہے: سنانی، لسانی، جنانی یعنی کفر و بدعت فسق کو دل سے برا جاننا، یہ ہر کافر مبتدع وفاسق سے ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قائم ہوا سے کرتا ہے۔ مگر جنہوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو کفار ومشرکین کا غلام کیا ان کی راہ جدا ہے۔ انکا دین غیر دین خدا ہے۔

اور لسانی کہ زبان وقلم سے رد، بحمدہ تعالیٰ خادمان شرع ہمیشہ سے کررہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو دمِ آخر تک کریں گے، وہابیہ، نیاچرہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، روافض غیر مقلدین، ندویہ، آریہ، نصاریٰ وغیرہم کا رد کیا اور اب گاندھویہ سے بھی وہی برسر پیکار ہیں۔ حق کی طرف بلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ گروں سے بچاتے ہیں وللہ الحمد، آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے۔

رہا جہاد سنانی، تو ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں کہ بنصوص قرآن عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد بر پا کرنے کا حکم نہیں، اسکا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین، بہکانے والے یہاں واقعۂ کربلا پیش کرتے ہیں یہ محض انکا اغوا ہے۔

حوالہ جات

۲۴۴۔ الجامع للترمذی، باب فضل العلم، ۲/۸۹
☆ المعجم الصغیر للطبرانی، ۱/۱۳۶
الترغیب والترهیب للمنذری، ۱/۱۵
☆ کنز العمال للمتقی، ۲۸۸۱۹، ۱۰/۱۵۸
تاریخ دمشق لابن عساکر، ۱/۳۵۲
☆ تاریخ اصفهان لابی نعیم، ۱/۱۰۳
تنزیه الشریعه لابن عراق ۱/۲۷۴
۲۴۵۔ السنن لابی داؤد، الملاحم، ۲/۵۹۶
☆ السنن الکبری للبیهقی، ۱۰/۹۳
الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۲۲۸
۲۴۶۔ التفسیر للطبری،
☆ کنز العمال للمتقی، ۳۵۵۷۴، ۱۲/۷۶
۲۴۷۔ الجامع الصحیح للبخاری الجهاد،
☆ الصحیح لمسلم، فضائل الصحابه، ۲/۲۷۹
کنز العمال للمتقی، ۲۸۷۱۳، ۱۰/۱۴۰
☆ السنن لابی داؤد، ۳۶۶۱، العلم، ۲/۵۱۵
السنن لسعید بن منصور، ۲۴۷۳،
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۳۳۳
شرح معانی الآثار للطحاوی، ۲/۲۰۷

جاری ہے......

احکامِ نماز

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے:

مسئلہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ ہجریہ مقدسہ۔

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم۔ بعد سلام علیک کے ملتمس ہوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت و حدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تا کہ معلوم ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ وجریمۂ عظیمہ ہے۔

مسئلہ از جوناگڑھ سرکل مدارالمہام مرسلۂ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰/رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ بر سر مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا، مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بُرا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کے لیے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب و سنت واختلافِ ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں، بر تقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معاذاللہ کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ و جریمۂ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جانگزا وعیدیں قرآنِ عظیم واحادیث صحیحہ میں وارد، مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسقِ عقیدہ فسقِ عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہانِ جوارح میں کلام کیجیے تو مسلمان کو عمداً ناحق

قتل کرنا ترکِ نماز سے سخت تر ہے اُس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکمِ خلود فی النار ہے[1]، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اس کے قریب قریب دربارۂ سود خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابوہریرہ و حضرت اسود زہری خالِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت براء بن عازب و حضرت عبداللہ بن سلام و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و آثارِ موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ و ابن ابی الدنیا و ابن جریر و بیہقی وابن مندہ وابونعیم وطبرانی وحاکم و ابنِ عساکر وبغوی وعبدالرزاق کے یہاں مروی **وقد ذکرناھا بتخاریجھا فی کتاب البیوع من فتاوٰنا** (اس کو ہم نے تمام تخریجوں کے ساتھ اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں بیان کیا ہے۔ت) مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں، البتہ ایک حدیثِ صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظناً زمینِ کعبہ ہے نہ یقیناً، اُس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام احمد و طبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسندِ صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

درھم ربا یاکلہ الرجل، وھو یعلم، اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ فی الحطیم۔[2]

ایک درم سود کا کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں چھتیس بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔(م)

اور دربارۂ ترکِ نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیثِ مرفوعہ حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت بریدہ اسلمی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابوہریرہ و حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت انس بن مالک و حضرت عبداللہ بن عباس و آثارِ موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ و حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابودرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں احمد و مسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ و ابنِ حبان وحاکم وطبرانی و محمد بن نصر مروزی وہروی وبزار وابویعلیٰ وابوبکر بن ابی شیبہ و تاریخ بخاری وابن عبدالبر وغیرہم کے یہاں ترکِ نماز پر صراحۃً حکم کفر و بے دینی مروی **کما فصلہ الامام المنذری فی الترغیب** (جیسا کہ امام منذری نے ترغیب میں پوری تفصیل بیان کی ہے۔ت) مگر اس بارہ میں وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کیے اصلاً نظر سے نہ گزرے، واعظ سے سند مانگی جائے اگر سندِ معتبر پیش نہ کرسکے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح **والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔**

1۔ القرآن: ۴/ ۹۳۔

2۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن حنظلہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۲۵۔

نماز نہ پڑھنے والے سے مالی جرمانہ لینے کا شرعی حکم

مسئلہ از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث، ۸؍ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکر نے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے رُوبرو یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہیے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں۔ **لانہ شیء کان ونسخ کما بینہ الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ** (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہوگئی تھی جیسا کہ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ت) مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بیجا ہے **فان المصادرۃ المالیۃ تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** (کیونکہ مالی جرمانہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ت) نماز پڑھوانا زینۂ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ زید توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جہاز اور چلتی ریل گاڑی میں نماز کا پڑھنا

مسئلہ از بشارت گنج، مرسلہ فتح محمد صاحب، ۱۲؍ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت وفرض ونفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

چلتا جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل کا ہے ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنتِ صبح کے سوا سب سنت ونفل جائز ہیں مگر فرض ووتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شراب پینے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم؟

مسئلہ از گوری ڈاج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پی کر اشیاءِ مسکرہ حالتِ حواسِ خمسہ وطہارتِ جسم وجامہ وعدمِ موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں وحکمِ سکر کہاں تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔

۲۔ ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

۳۔ نمازِ ظالم ور بوٗخوار مقبول ہے یا نہیں؟ معاصیِ ربٰوخوار وشراب خوار میں کس قدر فرق ہے و نمازِ جنازہ ربوٗخوار، شراب خوار وظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرب مسکرا ماکان لم تقبل لہ صلاۃ اربعین یوما۔[3]

جو کوئی نشہ کی چیز پیے، چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو۔ (م)

مگر وعیدات سب مقید مشیّت ہیں **ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء**[4] (اس سے (یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورتِ مذکورہ میں صحتِ نماز وادائے فرض میں شبہ نہیں رہا، قبولِ محلِ عدل میں اُس کی شرط عظیم ہے **انما یتقبل اللہ من المتقین**[5] (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقامِ فضل **حدث عن البحر بما شئت ولا حرج** (سمندر کے جود وسخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ت) ہے، یہاں رب العزت نے حد یہ مقرر فرمائی ہے **حتی تعلموا ما تقولون**[6] (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدمِ قبول پر جزم وجرأت علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر **اتقولون علی اللہ ما لا**

3۔ المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۶۶۷۲، مطبوعہ المکتبۃ بیروت ۷ / ۱۵۴۔
4۔ القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۸۔
5۔ القرآن، سورۃ المائدہ ۵، آیت: ۲۷۔
6۔ القرآن، سورہ النساء ۴، آیت: ۴۳۔

تعلمون[7] (کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ت) ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنة الله علی الظالمین[8] (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہے اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوابِ سوالِ دوم: نماز بلاشبہہ ہوگئی استجماع شرائط وارتفاع موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے، جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل ومکابرہ وہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائلِ جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام کہنے کے لیے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوابِ سوالِ سوم: قبولِ نماز کا جواب جواب اوّل اور فرضیت نماز جواب سوم سے واضح۔ ربا وشراب دونوں حرام وگناہِ کبیرہ ہیں خمراگرام الخبائث ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے۔۔ لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[9] (باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عذر شرعی کے بغیر قضا کرکے نماز پڑھنا؟

مسئلہ (۲۶۰) مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

شخص یک نماز را از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و ادا نیز کند قضائے ہفتاہزار سال در دوزخ میماند ایں مسئلہ صحیح است یا نہ۔

کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے، اگرچہ بعد میں ادا کرلے تو اس کو دوزخ میں اتنا رہنا پڑے گا کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جاسکے۔ کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟(ت)

الجواب

تاخیر آنچناں کہ بلاعذر شرعی از وقت برآردو قضا کند بلاشبہہ حرام وفسق کبیرہ است عذاب ومغفرتش مفوض بمشیت است وہیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست در دوزخ نماند، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی پڑے، بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔(ت)

7۔ القرآن، سورۃ الاعراف:۷، آیت:۲۸۔

8۔ القرآن، سورۂ ہود:۱۱، آیت: ۱۸۔

9۔ القرآن، سورۃ البقرہ:۲، آیت:۱۸۸۔

نماز کے لیے سوتے آدمی کو جگا دینا ضروری ہے

مسئلہ حافظ نجم الدین صاحب، گندہ نالہ، شہر بانس بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو

مسئلہ از فتح گڈہ محلہ سنگت، ضلع فرخ آباد، مسئولہ شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنچایتی قومیں بتعدادِ کثیر بلحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لا کر بصورت اجتماعی اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کر کے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تا وقتیکہ بعد ادائیگی تاوان مقرر شدہ قومی آئندہ کے لیے قابلِ قبول ضمانت نہ پیش کر رہے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزارنے پر مجبور ہوگا، پس جو پنچائتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم و صلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو نکبت و ادبار کا روح فرسا دور ہے متاثر ہو کر (یہ امر منجانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خدا ترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انھیں قدیمی قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابندِ صوم و صلوٰۃ و نیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلافِ اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شراب خواری و جوا و تاش اور داڑھی منڈوانا حسبِ تعلیم فرقان حمید و فرمودۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو یہ اختیارات مرقومہ بالا قدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ؟ اور حکم تہدیدی اس میں کیا ہے؟

الجواب

جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجۂ اولٰی ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالٰی اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں، جو امور تادیبی اوپر مذکور ہوئے سب جائز ہیں، مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا ہے کہ علماء صلحاجن کے پڑھنے سے اُمید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوادیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کردیں یہ جائز نہیں، ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل، اور اس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا مظنون ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہیے

مسئلہ سید عرفان علی صاحب، رُکن انجمن خادم الساجدین ربڑی ٹولہ بریلی ۲/ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آرہے ہیں اور ۳ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تقریر کریں گے پبلک عام کثیر التعداد اُن کے جلوس میں جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نمازِ عصر و نمازِ مغرب و نمازِ عشاء کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجبِ ثواب دارین ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہیے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

♣●♣●♣●♣

﴿فتاوٰی رضویہ، جلد پانچ، صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۸ سے ماخوذ﴾

تَجَلِّی الْیَقِیْنِ بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن

(یقین کا اظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی ﷺ تمام رسولوں کے سردار ہیں)

گزشتہ سے پیوستہ

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آیت ثانیہ: قال عزمجدہ: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔[1]

دوسری آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے۔لیے۔

عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء وملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لَاجَرَم حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سب پر رحمت ونعمتِ ربّ الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکار عالی مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اسی لیے اولیائے کاملین وعلمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سماء میں اولیٰ و آخرت میں دین و دنیا میں روح وجسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔ کما بیّناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالتنا سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی" (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے رسالہ "سَلْطَنَۃُ الْمُصْطَفٰی فِیْ مَلَکُوْتِ کُلِّ الْوَرٰی" میں بیان کیا ہے۔ت)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا:

لما کان رحمۃ للعٰلمین لزم ان یکون افضل من کل العٰلمین۔[2]

جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلا دلیل وھو لا یجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔

میں کہتا ہوں تخصیص کا دعویٰ کرنا ظاہر سے بلا دلیل خروج ہے اور وہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی

1۔ القرآن الکریم: ۲۱/ ۱۰۷۔

2۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۵۔

فاضل کے نزدیک۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

آیت ثالثہ: قال جل ذکرہ: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔[3]

تیسری آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اُس کی قوم کے۔

علما فرماتے ہیں: یہ آیۂ کریمہ دلیل ہے کہ انبیائے سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کر کے بھیجے جاتے۔

اگلے انبیاء صرف اپنی قوم کے رسول ہوئے اور ہمارے رسول ہر فردِ مخلوق کے لیے

اقول وقال اللہ تعالیٰ لقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومه۔[4] وقال تعالیٰ والیٰ عاد اخاھم ھودا۔[5] وقال تعالیٰ والیٰ ثمود اخاھم صلحا۔[6] وقال تعالیٰ ولوطا اذقال لقومه۔[7] وقال تعالیٰ والیٰ مدین اخاھم شعیبا۔[8] وقال تعالیٰ ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ بایٰتنا الیٰ فرعون وملائه۔[9] وقال تعالیٰ وتلك حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علیٰ قومه[10] وقال تعالیٰ فی یونس علیه السلام وارسلنٰه الیٰ مائة الف اویزیدون۔[11] وقال تعالیٰ فی عیسیٰ علیه السلام ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل۔[12]

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تحقیق ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا اور فرمایا کہ ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ اور فرمایا: اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اور فرمایا: مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔ اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے

---

3 ۔ القرآن الکریم ۱۴/ ۴۔
4 ۔ القرآن الکریم ۷/ ۵۹۔
5 ۔ القرآن الکریم ۷/ ۶۵۔
6 ۔ القرآن الکریم: ۷/ ۷۳۔
7 ۔ القرآن الکریم: ۷/ ۸۰۔
8 ۔ القرآن الکریم: ۷/ ۸۵۔
9 ۔ القرآن الکریم: ۷/ ۱۰۳۔
10 ۔ القرآن الکریم: ۶/ ۸۳۔
11 ۔ القرآن الکریم: ۳۷/ ۱۴۷۔
12 ۔ القرآن الکریم: ۳/ ۴۹۔

ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف (ت)

اسی لیے صحیح حدیث میں فرمایا:

كان النبی يبعث الى قومه خاصة۔ رواه الشيخان[13] عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه۔

نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ (اس کو شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

دوسری روایت میں آیا:

كان النبی يبعث الى قريته ولا يعدوها۔ رواه ابو يعلىٰ[14] عن عوف بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه۔

نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس کے آگے تجاوز نہ کرتا۔ (اس کو ابو یعلیٰ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔[15]

نہ بھیجا ہم نے تمھیں مگر سب لوگوں کے لیے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، پر بہت لوگ بے خبر ہیں۔

وقال تعالیٰ: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔[16]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو فرما اے لوگو! میں خدا کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

وقال تعالیٰ: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔[17]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

13۔ صحیح البخاری، کتاب التیمم، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱/ ۴۸۔
صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱/ ۱۹۹۔
14۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان بحوالہ ابی یعلیٰ حدیث: ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۴۔
15۔ القرآن الکریم ۳۴/ ۲۸۔
16۔ القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸۔
17۔ القرآن الکریم ۲۵/ ۱۔

اسی لیے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً۔ اخرجه مسلم[18] عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات سے ہے۔ دارمی، ابویعلیٰ، طبرانی، بیہقی روایت کرتے ہیں اُس جناب نے فرمایا:

ان الله تعالیٰ فضل محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی الانبیاء وعلیٰ اهل السماء۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء وملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے وجہِ تفضیل پوچھی، فرمایا:

ان الله تعالیٰ قال: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه، وقال لمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وما ارسلنٰك الا کافة للناس فارسله الی الانس والجن۔[19]

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا ہے کہ ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے۔ تو حضور کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔

علما فرماتے ہیں: رسالتِ والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے، اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل، **کما حققناه بتوفیق الله تعالیٰ فی رسالة "اجلال جبریل"۔** بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر و ارض و سما و جبال و بحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطۂ عامہ ودائرہ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ **علمین**، اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی مؤکد بکلمہ **کافّۃ**۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

18 ۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹۔

19 ۔ الدر المنثور، تحت الآیۃ ۱۴/ ۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۶،۵۔

شعب الایمان، حدیث ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۳۔

سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۷، دار المحاسن للطباعۃ القاہرہ ۱/ ۲۹ و ۳۰۔

ما من شیٔ الا یعلم انی رسول اللہ الّا کفرۃ الجن والانس۔[20]

کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو، مگر بے ایمان جن و آدمی۔

اب نظر کیجیے کہ یہ آیت کتنی* وجہ سے افضلیتِ مطلقہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حجت ہے:

اولاً اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔اور حضور پُر نور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطانِ ہفت کشور، بلکہ بادشاہِ زمین و آسمان۔

ثانیاً اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں۔اور اُن کا تحمل بغایت دشوار اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا[21] (بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ت) اسی لیے موسیٰ وہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی لَا تَنِیَا فِیۡ ذِکۡرِیۡ[22] دیکھو میرے ذکر سے سست نہ ہو جانا۔ پھر جس کی رسالت ایک قومِ خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر جس کی رسالت نے انس وجن وشرق وغرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر افضل العبادات احمزھا (سب سے افضل عبادت سب سے سخت ہوتی ہے۔ت)

ثالثاً جیسا کام جلیل ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لیے درکار ہوتا ہے۔بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسرانِ ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامرا و سردار اعظم کو لاجرم رسالتِ خاصّہ وبعثتِ عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرقِ مراتب اُن خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

رابعاً یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوِّ شان کا آدمی ہو اُسے ویسے ہی عالیشان کام پر مقرر کریں کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعیّن اُس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً جتنا کام زیادہ اُتنا ہی اس کے لیے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظامِ ریاست میں فوج و خزانہ اُسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق وفتق و نظم ونسق میں اُسی کے موافق۔ اور یہاں

20۔ المعجم الکبیر، حدیث ۶۷۲، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۲۶۲۔

کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن یعلیٰ بن مرہ حدیث ۳۱۹۲۳، موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۱۱۔

* ان میں بعض وجوہ افادۂ علماء ہیں اور اکثر بحمد اللہ تعالیٰ استخراجِ فقیر ۱۲ منہ۔

21۔ القرآن الکریم ۷۳/ ۵۔

22۔ القرآن الکریم ۲۰/ ۴۲۔

ساماں وہ تائیدِ الٰہی و تربیتِ ربانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلبِ اقدس پر اِلقاء ہوئے معارف و علوم جمیع انبیاء سے اکثر و اوفیٰ ہوں۔ **افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقلہ عنہ فی الکبیر الرازی** (امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا گیا ہے۔ت)

اقول پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے:

۱۔ **حلم**، کہ گستاخیِ کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دَعْ اَذٰھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ۔[23]

ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔(ت)

۲۔ **صبر**، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔[24]

تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔(ت)

۳۔ **تواضع**، کہ اُن کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔[25]

اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔(ت)

۴۔ **رِفق ولینت**، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللہِ لِنْتَ لَھُمْ۔[26]

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے۔(ت)

---

23 ۔ القرآن الکریم ۳۳/ ۴۸۔

24 ۔ القرآن الکریم ۴۶/ ۳۵۔

25 ۔ القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۵۔

26 ۔ القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹۔

۵۔ **رحمت**، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ۔[27]

اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں (ت)

۶۔ **شجاعت**، کہ کثرتِ اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔[28]

بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

۷۔ **جود و سخاوت**، کہ باعثِ تالیفِ قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجبلت القلوب علی حب من احسن الیھا۔

کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے اور دلوں میں خلقی طور پر احسان کرنے والوں کی محبت ڈال دی گئی ہے۔ (ت)

"وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ"۔[29]

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔ (ت)

۸۔ **عفو و مغفرت**، کہ نادان جاہل فیض پا سکیں۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔[30]

تو انھیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو؛ بے شک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔ (ت)

۹۔ **استغنا و قناعت**، کہ جہال اس دعوئ عظمیٰ کو طلبِ دُنیا پر محمول نہ کریں۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔[31]

اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی۔ (ت)

27۔ القرآن الکریم ۹/ ۶۱۔

28۔ القرآن الکریم ۲۷/ ۱۰۔

29۔ القرآن الکریم ۱۷/ ۲۹۔

30۔ القرآن الکریم ۵/ ۱۳۔

31۔ القرآن الکریم ۱۵/ ۸۸۔

۱۰۔ **جمالِ عدل**، کہ تثقیف و تادیب و تربیتِ امت میں جس کی رعایت کریں۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ۔[32]

اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔(ت)

۱۱۔ **کمالِ عقل**، کہ اصل فضائل و منبع فواضل ہے، ولہٰذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا۔[33]

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔(ت)

نہ کبھی اہلِ بادیہ و سکّانِ دِہ کو نبوت ملی کہ جفا و غلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔

اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى۔[34] ای اھل الامصار۔

جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔(ت)

حدیث میں ہے: من بدا جفا[35] (جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی اس نے ظلم کیا۔ت) اسی نظافتِ نسب و حسنِ سیرت و صورت سب کی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے کہ اُن کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب اُنھیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطینِ حقیقت کو عطا ہوتے ہیں، پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ تعالٰی ینزل المعونۃ علی قدر المؤنۃ وینزل الصبر علٰی قدر البلاء۔[36]

بے شک اللہ تعالٰی ذمہ داری کے مطابق معاونت نازل فرماتا ہے اور آزمائش کے مطابق صبر نازل فرماتا ہے۔(ت)

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاقِ فاضلہ و اوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء سے اتمّ و اکمل و اعلٰی و اجل ہوں۔ اسی لیے خود ارشاد فرماتے ہیں:

32۔ القرآن الکریم ۵/ ۴۲۔

33۔ القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹۔

34۔ القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹۔

35۔ مسند احمد بن حنبل، عن البراء، المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۷۔
المعجم الکبیر، حدیث: ۱۱۰۳۰، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۱۱/ ۵۷۔

36۔ کنز العمال، بحوالہ عد و ابن لال عن ابی ہریرۃ حدیث: ۱۵۹۹۲، مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۷۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اخرجہ البخاری فی الادب[37] وابن سعد والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا۔ (اس کو بخاری نے ادب میں اور ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ت)

وہب بن منبہ فرماتے ہیں میں نے اکہتر کتبِ آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روز آفرینشِ دنیا سے قیامِ قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستانِ دُنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔[38]

سادساً ہم اُوپر بیان کر آئے کہ حضور کی رسالت زمانۂ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی۔ ترمذی جامع میں فائدہ تحسین واللفظ لہ، اور حاکم و بیہقی وابو نعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور احمد مسند اور بخاری تاریخ میں، اور ابن سعد و حاکم بیہقی وابو نعیم میسرۃ الفجر[39] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور بزار و طبرانی، ابو نعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور ابو نعیم بطریق صنابحی امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ابن سعد ابن ابی الجدعاء و مطرف بن عبداللہ بن الشخیر وعامر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باسانید متباینہ والفاظِ متقاربہ راوی حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: متیٰ وجبت لك النبوۃ حضور کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: وآدم بین الروح والجسد[40] جبکہ آدم درمیان روح اور جسد کے تھے۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیثِ میسرہ کی نسبت فرمایا: سندہ قویٌ[41] (اس کی سند قوی ہے۔ت)

---

37 ۔ الادب المفرد، حدیث ۲۷۳، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص:۷۸۔
السنن الکبریٰ، کتاب الشہادات، باب بیان مکارم الاخلاق، دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۲۔
الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۱/ ۱۹۲و۱۹۳۔
38 ۔ سبل الہدیٰ والرشاد، الباب الثالث، دار لکتب العلمیۃ بیروت، ۱/ ۴۲۷۔
39 ۔ التاریخ الکبیر، ترجمہ ۱۶۰۶، میسرۃ الفجر، دار الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۳۷۴۔
الجامع الصغیر، حدیث: ۶۴۲۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۰۰۔
40 ۔ جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱۔
المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ، دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۹
کنز العمال، بحوالہ ابن سعد، حدیث: ۳۱۹۱۷و۳۲۱۱۷ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹و۴۵۰۔
41 ۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، حرف المیم، ترجمہ میسرۃ الفجر ۸۲۸۲، دار الفکر بیروت ۵/ ۲۱۷

آدم ســـر و تن بآب و گِل داشت

کو حکم بملک جان جان و دل داشت

(آدم علیہ السلام ابھی گارے کا مجسمہ تھے کہ آنحضرت کی حکومت دل و جان کی مملکت میں تھی۔ت)

اسی لیے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

چوں بود خلقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعث کرد خدائے تعالیٰ اور ابسوئے کافۂ ناس و مقصور نہ گردانید رسالتِ اُو را بر ناس بلکہ عام گردانید جن و انس را، بلکہ بر جن و انس نیز مقصور نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامۂ عالمین را، پس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگارِ اوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولِ اوست۔[42]

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش تمام مخلوق سے اعظم ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کی رسالت کو انسانوں میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ جن و انس کے لیے عام کر دیا بلکہ جن و انس میں بھی انحصار نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی رسالت تمام جہانوں کے لیے عام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کا پروردگار ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔(ت)

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم و جلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرۂ مخلوق و ہر فرد ماسوا اللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء و مرسلین کو ہے، اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی، والحمد للہ رب العلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

آیت رابعہ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔[43]

چوتھی آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ کچھ اُن میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا، اور ان میں بعض کو درجوں بلند فرمایا۔

42۔ مدارج النبوۃ، باب دوم در اخلاق عظیمہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴۔

43۔ القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳۔

ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کہ اُنھیں سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی ہے۔

کما نص علیہ البغوی[44] والبیضاوی[45] والنسفی[46] والسیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرھم واقتصار الجلالین۔[47] دلیل انہ اصح الاقوال لالتزام ذٰلک فی الجلالین۔

جیسا کہ اس پر نص فرمائی ہے بغوی، بیضاوی، نسفی، سیوطی، قسطلانی، زرقانی، شامی اور حلبی وغیرہ نے، اور جلالین میں اس پر اقتصار اس بات کی دلیل ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ جلالین میں اس کا التزام کیا گیا ہے (کہ اصح پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے)۔(ت)

اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افضلیت وشہرتِ سیادت کی طرف اشارۂ تامّہ ہے، یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لو یا نہ لو اُنھیں کی طرف ذہن جائے گا، اور کوئی دوسرا خیال نہ آئے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ فقیر کہتا ہے اہلِ محبت جانتے ہیں کہ ابہامِ تام میں کیا لطف ومزہ ہے ع

اے گُل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

(اے پھول! تجھ پر شادمانی ہے کہ تو کسی کی خوشبو رکھتا ہے۔ت)

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید

کہ زانفاس خوشش بوئے کسے می آید

(اے دل! خوشخبری ہو کہ مسیحا آتا ہے، جس کے عمدہ سانسوں سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔ت)

ع کسی کا دو قدم چلنا یہاں پامال ہو جانا

﴿جاری ہے۔۔۔﴾

---

44 ۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۷۔
45 ۔ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳، دارالفکر بیروت ۱/ ۵۴۹و۵۵۰۔
46 ۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳، دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۷۔
47 ۔ تفسیر جلالین، تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳، اصح المطابع، دہلی، ص:۳۹۔

کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں

مولانا محمد صدیق ہزاروی

(۱) "ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں۔[۱]

قرآن پاک، کتابِ سماویہ میں سے آخری کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا اور دیگر آسمانی کتابوں کی طرح یہ بھی کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں۔

لیکن بعض لوگوں نے اس حقیقتِ ثابتہ کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی جانب سے گھڑلی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منکرین کے اس باطل دعوے کی متعدد مقامات پر تردید فرمائی جن میں سے ایک، آیت مذکورہ بالا ہے۔

اس آیتِ کریمہ کا اُردو ترجمہ عام طور پر ان الفاظ میں کیا جاتا ہے: "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں"۔ اس ترجمے سے مترشح ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک کے مُنَزَّلٌ مِّنَ اللہِ ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں۔ حالانکہ یہ بات خلافِ واقع ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان مترجمین کو اپنے ترجمے کی وضاحت کے لیے تفسیری حاشیے کا سہارا لینا پڑا۔

لہٰذا ایک ایسے جامع ترجمے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو قاری کو یہ بھی بتائے کہ قرآنِ پاک وہ کتاب ہے جو شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس ترجمے سے اس حقیقت کی بھی نفی نہ ہو کہ بعض لوگوں نے قرآنِ مجید کے وحی الٰہی ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے۔

توجیہات وتاویلات سے بے نیاز یہ ترجمہ "کنزالایمان" کی صورت میں قاری کے ذہن کو تسکین اور قلب کو اطمینان بخشتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آیتِ مندرجہ بالا کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے: "وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں"۔[۲] یعنی کوئی شک کرے یا نہ کرے، یہ کتاب اپنی حقانیت کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ ترجمہ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذہنی اختراع ہے یا مفسرینِ متقدمین کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ اِس سلسلے میں جب تفاسیر کی ورق گردانی کی گئی تو واضح ہوا کہ اقوالِ مفسرین اور فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن میں سرِ مُو بھی فرق نہیں۔

اِس سے پہلے کہ تفسیری عبارات اور اُن کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فطانت و ذہانت کو سمجھنے کے لیے اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ کسی آیت کے ظاہر پر وارد ہونے والے اشکال کا بصورتِ تفسیر جواب دینا آسان ہے کیوں کہ وہاں بحث و تمحیص کی گنجائش ہوتی ہے لیکن ترجمے میں اس کو سمونا نہایت مشکل۔

اس کے باوجود جس بات کو مفسرینِ کرام نے کئی سطور میں بیان فرمایا، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسے صرف ایک سطر میں بیان کر کے قاری کو مطمئن کر دیا جس سے کنزالایمان کی عظمت روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔

آیئے اب اُن تفسیری عبارت کا جائزہ لیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں شک کرنے کی نہیں بلکہ گنجائش شک کی نفی اور قرآن پاک کے شک وشبہ سے بلند وبالا ہونے کا اعلان ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م شوال ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

"(لَارَیۡبَ فِیۡہِ) نفی کونه مظنة للریب بوجه من الوجوه" قرآن میں کسی طور پر بھی شک کی گنجائش کی نفی کی گئی۔ [۳]

ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (م۵۳۸ء) نے لکھا ہے:

"فإن قلت کیف نفی الریب علی سبیل الإستغراق و کم من مرتاب فیه؟ قلت ما نفی أن أحدا لایرتاب فیه وإنما النفی کونه متعلق للریب و مظنة له لأنه من وضوح الدلالة و سطوع البرهان بحیث لا ینبغی لمرتاب أن یقطع فیه"۔

ترجمہ: اگر تم کہو کہ کلی طور پر کیسے شک کی نفی کردی حالانکہ کتنے ہی لوگ اس (کے منزّل من اللہ ہونے) میں شک کرتے ہیں؟ تو میں (علامہ زمخشری) جواباً کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے شک کرنے کی نفی نہیں فرمائی بلکہ یہ نفی شک اور اس کی گنجائش سے متعلق ہے کیوں کہ قرآنِ پاک کی دلالت وبرہان اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ کسی شخص کو اس میں شک کرنا مناسب نہیں۔" [۴]

قاضی القضاۃ امام ابو مسعود محمد بن عمادی (م۹۵۱ھ) لکھتے ہیں:

"ومن نفیه عن الکتاب إنه فی علو الشأن و سطوع البرهان بحیث لیس فیه مظنة أن یرتاب فیه أحد اصلاً"۔

ترجمہ: کتاب سے شک کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی بلند شان اور روشن برہان کے سبب اس لائق ہے کہ کسی شخص کے لیے اس کی حقانیت اور وحی منزل من اللہ ہونے میں شک کی گنجائش نہیں، یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص اس میں شبہ نہیں کرے گا۔[۵]

ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (م شوال ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

"والمعنی إنه فی ذاته حق و منزل من عند اللہ و صفة من صفاته غیر مخلوق و لا محدث و أن وقع ریب الکفار"۔

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی ذات میں حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتاری گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو مخلوق ہے نہ حادث، اگرچہ کفار اس (کی حقانیت) میں شبہ کریں۔[۶]

علامہ ابو الفضل شہاب الدین سیّد محمود آلوسی (م۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"و قیل إنه علی الحذف فإنه قال لا سبب ریب فیه"۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہاں لفظ (سبب) محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس (کتاب) میں شک کی کوئی وجہ نہیں۔[۷]

حضرت شیخ اسماعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) فرماتے ہیں:

"إن هذا النفي لريب عن الكتاب لا عن الناس والكتاب موصوف بأنه لا يتمكن فيه ريب فهو صدق حق معلوم و مفهوم شك فيه الناس اولم يشك"۔

اس آیت کریمہ (لاریب فیہ) میں کتاب اللہ کے قابلِ شک ہونے کی نفی کی گئی ہے، لوگوں کے شک کرنے کی نفی نہیں۔ اور اس کتاب کی یہ صفت ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس یہ سچی کتاب ہے حق اور معلوم و مفہوم ہے، اس میں کوئی شک کرے یا نہ کرے۔[۸]

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔

اُس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں۔ مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔[۹]

جانور کو ذبح کرتے وقت تکبیر کہنا لازمی ہے۔ اگر وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام پکارا جائے تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔ ایسے جانور کے کھانے سے اہلِ اسلام کو منع کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" جس جانور پر (وقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اُس سے نہ کھاؤ۔ دوسری جانب وہ حلال جانور جس پر وقتِ ذبح اللہ کا نام پکارا جائے، حلال و طیب ہے اور اُس کا کھانا جائز۔ اگرچہ ذبح سے پہلے اس پر کبھی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو یا اُسے غیر خدا کی طرف منسوب ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ جب مشرکین نے بعض جانوروں کو اپنے معبودانِ باطلہ کی طرف منسوب کرکے اُن کا کھانا حرام قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس باطل نظریے کا رد فرماتے ہوئے اُن سے سوال کیا کہ ان جانوروں کو کیوں نہیں کھاتے جن کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَأْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" اور تمہیں کیا ہوا کہ ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے جن پر (وقتِ ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔

اس پس منظر میں آیتِ کریمہ "إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" میں "وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا مطلب یہ ہوگا کہ جس جانور پر وقتِ ذبح غیر خدا کا نام پکارا گیا، وہ حرام ہے اگرچہ ذبح سے پہلے اُسے متعدد بار اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ اسی طرح وہ جانور حلال ہوگا جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا اگرچہ ذبح سے پہلے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کی نسبت نہ کی گئی ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وقتِ ذبح کا اعتبار ہے اس سے پہلے کا نہیں۔

لیکن قرآنِ پاک کے عام اردو تراجم (ایک آدھ کو چھوڑ کر) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، ذبح سے پہلے یا ذبح کے وقت، بہر صورت وہ حرام ہو جاتا ہے اور ان تراجم ہی کی بنیاد پر بعض لوگ ان جانوروں کو بھی حرام قرار دینے لگے ہیں کہ جن کو محض ایصالِ ثواب کی خاطر صلحائے اُمت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ قرآن تو ان جانوروں کا گوشت نہ کھانے پر بھی تنبیہ فرماتا ہے جو بتوں کی طرف منسوب کیے جاتے تھے، حالانکہ بتوں کو معبود سمجھ کر اُن کی طرف نسبت کی

جاتی تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اس مقام پر بھی ایسا ترجمہ فرمایا جو منشائے قرآنی کے عین مطابق اور تفاسیر معتبرہ کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے ترجمہ یوں کیا ہے: "اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو"۔ آیئے اب اُن تفاسیر کی عبارات ملاحظہ کریں جن میں "وقتِ ذبح" کی قید لگائی گئی ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"أی وحرم مارفع به أی بذبحه الصوت لغير الله"۔ یعنی وہ جانور حرام ہو جائے گا جس پر ذبح کے وقت بتوں (یعنی غیر اللہ) کا نام پکارا جائے۔[۱۰]

"أی ماوقع متلبساً به أی بذبحه الصوت لغير الله"۔ یعنی جس کے ذبح میں غیر خدا کے لیے آواز بلند کی جائے۔[۱۱]

ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی (م۶۸۵ھ) نے لکھا ہے:

"أی رفع به الصوت عند ذبحه للصنم" (مفہوم وہی ہے)۔ [۱۲]

امام محمد بن جریر طبری (م۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

"وما أهل به لغير الله فإنه يعنى به وما ذبح للالهة ولاوثان۔"

"وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" سے وہ جانور مراد ہیں جو معبودانِ باطلہ اور بتوں کے نام پر ذبح کیے جائیں۔[۱۳]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں:

ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "یعنی ما ذکر عند ذبحه إسم غير الله"۔ یعنی جس جانور پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔[۱۴]

حافظ اسماعیل بن کثیر (م۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"وهو ما ذبح على غير إسمه تعالى من الأنصاب والأنداد والادلام ونحو ذلك مما كانت الجاهلية ينحرون له۔" وہ جانور مراد ہے جو غیر اللہ مثلاً بتوں، اللہ تعالیٰ کے شریکوں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ دورِ جاہلیت میں ہوتا تھا۔[۱۵]

(۳) قُلْ لَّا أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُوْلُ لَكُمْ إِنِّیْ مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَیَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۝

تم فرمادو، میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اُسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔ تم فرماؤ، کیا برابر ہو جائیں گے اندھے اور انکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے؟[۱۶]

آیتِ مذکورہ بالا کا پس منظر یہ ہے کہ کفار، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے سوال کرتے تھے۔ کبھی کہتے، اگر آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سا سامان دیجیے، کبھی کہتے مستقبل کی خبریں بتایئے تاکہ ہمیں منڈیوں کے بھاؤ معلوم ہوسکیں، ہم نفع حاصل کریں اور نقصان سے بچیں اور کبھی کہتے کہ آپ کیسے رسول ہیں کہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور نکاح بھی کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ کفار کے ان سوالات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے

آیتِ مذکورہ بالا نازل فرمائی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا آپ ان لوگوں کو بتادیں کہ میں نے کب خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں تمہیں خزانے دوں یا تمہیں اپنے آپ غیب کی باتیں بتاؤں اور میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں فرشتہ ہوں تا کہ کھانے، پینے، نکاح اور شادی وغیرہ سے اجتناب کروں۔ لہٰذا اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الوہیت اور ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اب یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ دو جگہ "لَآ أَقُوْلُ" کا لفظ ہے اور ایک جگہ صرف "لَآ" ہے، "أَقُوْلُ" نہیں اور اسی کو بنیاد بناکر اُردو تراجم میں "وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ" کے معنی "میں غیب نہیں جانتا" کے کیے گئے ہیں جس سے ایک خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس ترجمے کی، مدعائے قرآنی یعنی حضور علیہ السلام سے اُلوہیت و ملکیت کے دعویٰ کی نفی، سے مطابقت نہیں کیوں کہ محض غیب دانی کی نفی سے اُلوہیت کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ نفیِ الوہیت، دعویٔ علم کی نفی سے ہوگی۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ ان تراجم کے مطابق مطلق علمِ غیب کی نفی لازم آتی ہے، ذاتی ہو یا عطائی۔ اس صورت میں ان تمام علومِ غیبیہ کا انکار لازم آئے گا جو اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے اور جن کے ذکر سے کتبِ احادیث بھری پڑی ہوں۔ ان خرابیوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مفسرین کرام نے فرمایا کہ یہاں (وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ میں) علمِ غیب کی نفی نہیں، دعویٰ کی نفی ہے۔ لہٰذا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ (جو آیت کے ساتھ گذشتہ سطور میں مذکور ہے) منشائے قرآنی کے عین مطابق اور تفاسیر معتبرہ کے موافق ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس ترجمے میں علمِ غیب کے دعوے کی نفی کا قول کیا اور "اپنے آپ" کی قید لگاکر علمِ غیب ذاتی کی نفی فرمائی اور علمِ عطائی حضور علیہ السلام کے لیے ثابت کیا۔

ذیل میں تفاسیر کی عبارات و تراجم پیش کیے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ علمِ غیب کی نفی نہیں بلکہ اس کے دعوے کی نفی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"ولا أعلم الغيب عطف على 'عندي خزائن الله' ولا 'زائدة يعني لا أقول لكم أعلم الغيب مالم يوح إلي' یعنی "وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ" کا "عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ" پر عطف ہے (اور یہ لَآ أَقُوْلُ کے تحت داخل ہے) "لَآ" زائدہ ہے یعنی میں تمہیں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں جب تک مجھے وحی نہ ہو۔[۱۷]

ابو السعود محمد بن محمد عمادی فرماتے ہیں:

"عطف على محل عندي خزائن الله أي ولا أدعي أيضًا إني أعلم الغيب من أفعاله تعالى حتى تسألوني عن وقت الساعة أو وقت نزول العذاب أو نحوهما" (وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کا) "عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ" کے محل پر عطف ہے یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ (میں ذاتی طور پر) اللہ تعالیٰ کے افعالِ غیبیہ جانتا ہوں تاکہ تم مجھ سے وقتِ قیامت، نزولِ عذاب یا اس قسم کا کوئی اور سوال کرو۔[۱۸]

قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ علمِ غیب کی ذاتی اور عطائی علم میں تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علمِ ذاتی کی نفی کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"ولا أعلم الغيب مالم يوح إلي ولم ينصب عليه دليل" یعنی میں اس وقت تک غیب نہیں جانتا جب تک مجھ پر وحی نہ ہو اور اس (علم) پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ [۱۹]

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ "الشہاب" میں ہے:

"ويحتمل إنه مقول أقول لاقل ولذا قيل لو قال المصنف رحمه الله من جلة ما لايقول كان كأن أوضح وكلمة لاحينئذ فى لا أعلم مذكرة للنفى لانافية ولم يجعل من مقول قُل لأن المقصود نفى دعوىٰ علم الغيب و دعوى مالكية خزائن الله تعالى ليكونا شاهدين على نفى دعوى الألوهية۔" یہ بھی احتمال کہ "ولا أعلم الغيب" "أقول" کا مقولہ ہو "قُل" کا نہ ہو، لہٰذا اگر مصنف (قاضی بیضاوی) اسے عدم دعویٰ سے قرار دیتے تو بات واضح ہوتی، اس وقت "لا أعلم" میں کلمہ "لا" نفی کی یاد دلانے والا ہوگا۔ نافیہ نہ ہوگا (یعنی علمِ غیب کی نفی نہ کرے گا) اور یہ مقولہ سے قرار نہیں پائے گا کیوں کہ مقصود، دعوائے علمِ غیب اور مالکیتِ خزائن اللہ کے دعویٰ کی نفی ہے تاکہ یہ دونوں باتیں دعوائے اُلوہیت کی نفی پر شاہد بن جائیں۔ [۲۰]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أى ولا أدعى كونى موصوفا بعلم الله تعالى و بمجموع هذين الكلامين حصل إنه لايدعى الألوهية۔" یعنی میں اللہ تعالیٰ کے علم سے موصوف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دو کلاموں (اللہ تعالیٰ کے خزائن اور علمِ غیب کے دعوے کی حضور علیہ السلام سے نفی) کے مجموعے کا ماحصل یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُلوہیت کا دعویٰ نہیں فرماتے۔ [۲۱]

سیّد محمود آلوسی فرماتے ہیں:

""" (یعنی "لا أعلم الغيب" کا) "عندى خزائن الله" پر عطف ہے اور یہ بھی لاأقول کا مقولہ ہے (یعنی میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں)۔ [۲۲]

وہ مزید لکھتے ہیں:

"لافائدة فى الأخبار بانى لا أعلم الغيب وإنما الفائدة فى الأخبار بانى لا أقول ذلك ليكون نفيا لدعاء الأمرين اللذين هما من خواص الالهية ليكون المعنى انى لاأدعى الالهية۔" اس بات کی خبر دینے میں کہ میں غیب نہیں جانتا، کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ اس بات کی خبر دینے میں ہے کہ میں (غیب دانی کا) دعویٰ نہیں کرتا تاکہ ان دو باتوں کی نفی ہو جائے جو اُلوہیت کا خاصہ ہیں اور ثابت ہو کہ میں اُلوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ [۲۳]

۴۔ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ○

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے، اے شعیب! قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔ کہا، کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں۔ [۲۴]

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی اور اُن کی اصلاح کرتے ہوئے بت پرستی اور معاشرتی برائیوں سے اجتناب کا حکم دیا تو جواباً قوم نے کہا، اے شعیب (علیہ السلام)! یا تو آپ ہمارے دین میں آجائیں یا ہم آپ کو شہر سے باہر نکال دیں گے۔ ”لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا“ قرآن پاک نے یہاں ”لَتَعُوْدُنَّ“ کا لفظ استعمال کیا ہے جو اپنے لغوی اور اشتقاقی معنیٰ کے اعتبار سے لوٹ جانے کا مفہوم دیتا ہے اسی بنا پر عام اُردو تراجم میں اس کے معنیٰ ”یا ہمارے دین میں لوٹ آؤ“ سے کیے گئے ہیں۔

لیکن چونکہ لفظ لوٹنا اصل کی طرف واپسی کا متقاضی ہے۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ حضرت شعیب علیہ السلام اولاً اُن مشرکین کی راہ پر تھے اس کے بعد راہِ ہدایت اختیار کی اور اب انہیں اپنے اصل دین یعنی بت پرستی کی طرف واپسی کے لیے کہا جارہا ہے۔

اس ترجمے سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ ایک پاکیزہ شخصیت جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے منتخب کیا، کسی وقت وہ مشرک تھی۔

اس خرابی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مفسرین کرام نے ”لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا“ کی جہاں دیگر توجیہات کی ہیں، وہاں لفظ عود کے صیرورت کے معنیٰ میں ہونے کا قول بھی کیا ہے جس کا مطلب کہ آپ ہمارے دین میں آجائیں۔

ظاہر ہے کہ تفسیر میں بحث یا تاویلات و توجیہات کی گنجائش ہوتی ہے لیکن ترجمے میں یہ گنجائش مفقود ہوتی ہے، لہٰذا ترجمہ کرتے وقت ایسا جامع لفظ لانا ضروری ہے جو ایک طرف لفظ کے معنیٰ کو بگڑنے سے بچائے اور دوسری جانب اعتراضات و اشکالات کا جواب بھی رکھتا ہو۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ”اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا“ کا ترجمہ ”یا ہمارے دین میں آجاؤ“ کے الفاظ سے کیا ہے جو مکمل طور پر ناموسِ رسالت کا محافظ بھی ہے اور تفاسیر کے مطابق بھی۔

اب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ترجمے کی تائید تفاسیر میں ملاحظہ کیجیے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

”وقال غير واحد أن تعود بمعنى تصير كما أثبته بعض النحاة واللغويين فلا يستدعي العود إلى حالة سابقة وعلى ذلك قوله۔

فإن لم تكن الايام تحسن مرة۔ إليّ فقد عادت لهن ذنوب فكانهم قالوا لنخرجنك يشعيب والذين امنوا معك من قريتنا أو لتصيرن مثلنا فحينئذ لا اشكال ولا تغليب۔“

بہت سے لوگوں نے تعود کو تصیر کے معنیٰ میں لیا ہے (یعنی لوٹنا بمعنی ہو جانا) جیسا کہ بعض نحویوں اور اہلِ لغات سے ثابت ہے۔ پس یہاں پہلی حالت کی طرف لوٹنا مراد نہ ہوگا جیسا کہ شاعر کے قول ”فقد عادت لهن ذنوب“ میں عادت، صارت کے معنیٰ میں ہے گویا کہ انہوں نے کہا، اے شعیب (علیہ السلام)! ہم آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا تم ہماری مثل ہو جاؤ۔ پس اس صورت میں نہ کوئی اعتراض

وارد ہوگا اور نہ یہ مطلب ہوگا کہ تغلیب کی بنیاد پر ایسا کہا گیا ہے۔[۲۵]

امام قرطبی فرماتے ہیں:

"أی لتصیرن إلی ملتنا... قال الزجاج یجوزان یکون العود بمعنی الإبتداء یقال عاد إلی من فلان مکروہ أی صار وأن لم یکن سبقاً مکروہ قبل ذلك أی لحقنی ذلك منه۔" یعنی تم ہمارے دین میں آجاؤ۔۔۔ زجاج نے کہا کہ لفظ عود کو ابتدا کے معنی میں لینا جائز ہے۔ کہا جاتا ہے "عاد إلی من فلان مکروہ" یعنی فلاں کی طرف سے مجھے ناپسندیدہ بات پہنچی اگرچہ اس سے پہلے نہ پہنچی ہو تو یہاں لفظ عاد، صار کے معنی میں ہے۔[۲۶]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"وقیل معناہ أو لتدخلن فی ملتنا وعاد بمعنی صار"۔ معنی یہ ہے کہ "یا تم ہماری ملت میں داخل ہو جاؤ" اور عاد، صار کے معنی میں ہوگا۔[۲۷]

محمود بن عمر زمخشری نے فرمایا:

"ان قلت کیف خاطبوا شعیباً بصیغة العود الخ۔ والتحقیق فی الجواب عن المذکور مع إقتضاء العود لذلك (رجوع العائد إلی حال کان علیها قبل) ان هذه الفعل وان استعمل کذلك الا إنه لکثیرا مایرد بمعنی صار وحینئذ یجوز ان یکون اخالکان ولایستدعی الرجوع إلی حالة سابقة بل عکس ذلك وهو الانتقال من حالة سابقة إلی حالة مؤتنفة مثل صارو کانهم قالوا واللّٰه أعلم لنخرجنك یاشعیب والذین آمنوا معك من قریتنا أولتصیرن کفارًا مثلنا وحینئذ یندفع السوال۔"

اگر تم کہو کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو عود (واپس آجانے) کے صیغے سے کیوں مخاطب کیا۔ جبکہ لفظ عود (رجوع) کا تقاضا یہ ہے کہ رجوع کرنے والا اپنی سابقہ حالت کی طرف جاتا ہے۔ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ فعل اس طرح استعمال کیا گیا ہے لیکن بہت دفعہ "صار" کے معنٰی میں آتا ہے اور اس وقت جائز ہے کہ "کانَ" کے اَخَوَات سے ہو۔ پس حالتِ سابقہ کی طرف رجوع کو نہیں چاہے گا بلکہ اس کے برعکس مراد ہوگا یعنی سابقہ حالت سے نئی حالت کی طرف منتقل ہونا جیسا کہ لفظ صار کا مقتضٰی ہے گویا کہ انہوں نے کہا اے شعیب علیہ السلام آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو ہم اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہماری طرح (معاذ اللہ) کافر ہو جاؤ پس اس وقت اشکال ختم ہو جائے گا۔[۲۸]

حاشیہ الشہاب میں ہے:

"أو تعود بمعنی تصیر یعمل کان کما أثبته بعض النحاة واللغویین" یا "تعود"۔ "تصیر" کے معنی میں ہے کان کا عمل کرتا ہے جیسا کہ بعض نحویوں اور اہلِ لغات نے کہا ہے۔[۲۹]

امام رازی فرماتے ہیں:

"أی لتصیرن إلی ملتنا فوقع العود بمعنی الابتداء تقول العرب قد عاد إلیَّ من فلان مکروة یریدون قد صار إلیَّ منه المکروہ إبتداء"۔ یعنی تم ہمارے دین میں آجاؤ اس جگہ عود، ابتدا کے معنی میں ہے۔ اہلِ عرب کہتے ہیں: "قد عاد إلیَّ من فلان

مکروہ"۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ مجھے ان کی طرف ابتداءً (پہلی بار) مکروہ بات پہنچی (یعنی یہاں عاد کے معنی لوٹ کے آنے کے نہیں بلکہ پہنچنے کے ہیں)۔[۳۰]

(۵) اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَO

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا بے شک منافق وہی پکے بے حکم ہیں۔[۳۱]

قرآن پاک کی اس آیت میں لفظ نسیان کی نسبت انسانوں کی طرف بھی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی۔

عام طور پر اُردو زبان میں لفظ نسیان کا ترجمہ "بھولنے" سے کیا جاتا ہے اور قرآن پاک کے عام اُردو تراجم میں بھی یہی معنیٰ ملتا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا آیت یا اس طرح کی دیگر آیات میں جہاں "نسیان" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے یا اس کو بندوں کی طرف منسوب کر کے سزا کا ذکر کیا گیا، نسیان کو بھولنے کے معنیٰ میں لینا دو خرابیوں کو مستلزم ہے۔ ایک یہ کہ اس معنیٰ کے اعتبار سے تقدیسِ خداوندی پر حرف آتا ہے کیونکہ وہ بھولنے سے پاک ہے اور دوسری خرابی یہ کہ بھول پر انسان کا مواخذہ نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: "إنّ اللّٰه وضع عن أمتی الخطاء والنسیانِ وما أستکرھوا علیه" [۳۲] لیکن اس معنیٰ کے اعتبار سے لازم آتا ہے کہ انسان سے بھول ہو جائے تو بھی مواخذہ ہے۔ چنانچہ ان خرابیوں کے پیشِ نظر مفسرین کرام نے آیتِ مذکورہ بالا میں لفظ نسیان کو ترک (چھوڑنے) کے معنیٰ میں لیا ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

گویا کہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمۂ قرآن بلا تاویل و تفسیر قابلِ قبول اور اطمینان بخش ہے جبکہ دیگر تراجم کو تاویلات کا سہارا لینے کی ضرورت ہے۔

عبارات و تفاسیر قرآن ملاحظہ کیجیے۔ ان عبارات کے مطابق نسیان، چھوڑنے کے معنیٰ میں ہے۔

علامہ اسماعیل حقی نسوا اللّٰہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صاروا غافلین عن ذکرہ وترکوا أمرہ" وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوگئے اور اس کے احکام کی بجا آوری چھوڑ دی۔ اور "فَنَسِيَهُمْ" کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں: "فترکھم من لطفه وفضله لامن قھرہ و تعذیبه" اللہ تعالیٰ نے ان پر لطف و کرم کرنا چھوڑ دیا۔ یہ مطلب نہیں اور ان پر قہر و غضب کرنا ترک کر دیا۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

"أیضًا بالمعنی المجازی الذی ھوالترك لأنه محال فی حقه تعالی۔" نیز یہ (نسیان) مجازی معنیٰ میں ہے۔ یعنی چھوڑ دینا کیونکہ نسیان (حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔[۳۳]

علامہ سیّد محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"منع لطفه و فضله عنھم والتعبیر بالنسیان

للمشاکلة۔"

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی مہربانی اور فضل کو روک لیا ہے اور مشاکلت کی بنا پر اسے نسیان سے تعبیر کیا ہے (یعنی جسے چھوڑ دیا وہ بھلا دیا گیا)۔[۳۵]

محمد علی الصابونی، استاذ جامعہ القریٰ مکہ مکرمہ لکھتے ہیں:

"أی ترکوا طاعته فترکهم من رحمته و فضله و جعلهم کالمنسیین۔"

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت و فضل کرنا چھوڑ دیا اور ان کو بھولے بسرے لوگوں کی طرح کر دیا۔[۳۶]

حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

"أی عاملهم معاملة من نسیهم" یعنی ان سے بھولے ہوئے لوگوں جیسا معاملہ کیا۔

(۶) إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًاo لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًاo

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔[۳۸]

اہلِ اسلام کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا حالانکہ قرآنِ مجید میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "ذنب" کی نسبت کر کے اعلانِ مغفرت کیا گیا اور ایک مقام پر طلبِ مغفرت کا حکم دیا گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ "ذنب" سے کیا مراد ہے۔ اگر ذنب بمعنی گناہ ہو اور اس سے (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گناہ مراد لیے جائیں تو یہ بات عقیدۂ عصمتِ انبیا کے خلاف ہے لہٰذا یا تو ذنب بمعنی گناہ نہ لیا جائے یا ذنب گناہ ہی کے معنی میں ہوں اور اس سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ مراد نہ ہوں۔

مفسرین کرام نے دونوں پہلو یعنی عصمتِ انبیا اور ذنب بمعنی گناہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

مثلاً "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے تحت ایسا کہا گیا یعنی صلحا کی نیکیاں مقربین بارگاہِ الٰہی کی سیئات شمار ہوتی ہیں جو درحقیقت سیئات (گناہ) نہیں ہیں یا ترکِ اولیٰ و افضل کو ذنب سے تعبیر کیا گیا۔ یا یہ کہ اگر بفرضِ محال آپ کا کوئی گناہ ہو بھی تو معاف کر دیا گیا۔ یا یہ مطلب ہو گا کہ مغفرت بمعنی ستر ہے یعنی آپ کے مفروضہ گناہوں اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا۔ یہ توجیہہ بھی کی گئی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امتثالِ امر اور تواضع کے طور پر استغفار کرتے تو اظہارِ استجابت کے لیے یوں فرمایا۔ یا ذنب بمعنی الزام ہے یعنی آپ پر لگائے گئے الزامات سے آپ کو محفوظ رکھا اور "ذنبك" سے اُمّت کے گناہ بھی مراد لیے گئے ہیں یعنی آپ کے سبب آپ کی اُمت کے گناہ بخش دیے جائیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ افعالِ قوم کو قائد کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ یہ اسناد مجازِ عقلی ہے۔

امامِ اہلِ سنت قدس سرہٗ نے عصمتِ انبیا کے عقیدے کے پیشِ نظر آیتِ مذکورہ بالا پر وارد ہونے والے اعتراض کا ازالہ کرتے ہوئے اس آخری توجیہہ کے مطابق ترجمہ کیا ہے اور یہ ترجمہ بھی تفسیر قرآن کی کتبِ معتبرہ سے مؤید ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"لم یکن للنبی ذنب فما ذا لیغفرله؟ قلنا الجواب عنه قد تقدم مرارا من وجوه أحدها المراد ذنب المؤمنین۔"

(اگر کوئی سوال کرے کہ) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، پھر کس بات کی مغفرت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں اس کا جواب متعدد وجوہ سے پہلے (تفسیر کبیر میں) بیان ہوچکا ہے۔ ایک توجیہہ یہ ہے کہ یہاں مومنین کے گناہ مراد ہیں۔[۳۹]

چنانچہ علامہ رازی سورۂ محمد میں "واستغفر لذنبك" کے تحت فرماتے ہیں:

"أی لذنب أهل بیتك وللمؤمنین والمؤمنات أی الذین لیسوا منك بأهل بیت" یعنی آپ، اہلِ بیت اور عام مومنین و مومنات جو اہلِ بیت سے نہیں ہیں، کے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔[۴۰]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

قال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبك یعنی ذنوب أبویك ادم و حواء ببرکتك وما تأخر ذنوب أمتك بدعوتك۔

یعنی "ما تقدم من ذنبك" میں ذنبك سے مراد حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی لغزش ہے جو آپ کی برکت سے معاف ہوئی اور ما تأخر من ذنبك سے اُمت کے گناہ مراد ہیں جو آپ کی دعا سے معاف ہوئے۔[۴۱]

الشیخ احمد الصاوی لکھتے ہیں:

"أی أسناد الذنب له صلی اللہ علیه وسلم مؤول اما بان المراد ذنوب أمتك أو من حسنات الأبرار سیئات المقربین۔" حضور علیہ السلام کی طرف "ذنب" کی نسبت کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ اس سے اُمت کے گناہ مراد ہیں یا وہ اعمالِ صالحہ ہیں جنہیں مقربین اپنی شان کے مطابق گناہ تصور کرتے ہیں۔[۴۲]

نظام الدین حسن بن محمد (م۸۴۸ھ) نے لکھا ہے:

"فقیل إراد به ذنب المؤمنین من أمته۔" اس سے مومنینِ اُمت کے گناہ مراد ہیں۔[۴۳]

حرفِ آخر:

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" کو تفاسیر کی روشنی میں جانچنے کے لیے اس مضمون میں تفسیری عبارات کو بلاکم و کاست پیش کردیا ہے۔ ارادت مندی و عقیدت کے جذبات کے بجائے تحقیقی نقطۂ نظر سے کام لیا گیا ہے۔

امید ہے کہ قاری نے بھی اسی طریقۂ کار کو اختیار کیا تو حق کے واضح ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ اللّٰھم أرنا الحق حقا۔

تعلیقات

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، کنزالایمان، سورۂ بقرہ، آیت:۲۔
۲۔ // // // //۔
۳۔ فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر، ج:۲، ص:۱۹۔
۴۔ محمود بن عمر زمخشری، تفسیر کشاف، ج:۱، ص:۱۱۴۔
۵۔ محمد بن محمد عمادی، ابوالسعود، تفسیر ابوالسعود، ج:۱، ص:۲۵۔
۶۔ محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:۱، ص:۱۵۹۔
۷۔ سیّد محمود آلوسی، شہاب الدین، تفسیر روح المعانی، ج:۱، ص:۱۰۰۔
۸۔ اسماعیل حقی شیخ، تفسیر روح البیان، ج:۱، ص:۳۰۔
۹۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنزالایمان، سورۂ بقرہ، آیت:۱۷۳۔
۱۰۔ اسماعیل حقی شیخ، تفسیر روح البیان، ج:۱، ص:۲۷۷۔
۱۱۔ سیّد محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، ج:۲، ص:۳۷۔
۱۲۔ عبداللہ بن عمر بیضاوی، تفسیر بیضاوی، ص:۱۲۳۔
۱۳۔ محمد بن جریر طبری، امام، تفسیر ابنِ جریر، ج:۲، ص:۴۸۔
۱۴۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری، ج:۱، ص:۱۷۰۔
۱۵۔ اسماعیل بن کثیر قرشی، تفسیر ابنِ کثیر، ج:۱، ص:۲۰۵۔
۱۶۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنزالایمان، سورۂ انعام، آیت:۵۰۔
۱۷۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری، ج:۳، ص:۱۳۶۔
۱۸۔ محمد بن محمد ابوالسعود، تفسیر ابوالسعود، ج:۳، ص:۱۳۶۔
۱۹۔ احمد بن محمد بن شہاب الدین خفاجی، حاشیۃ الشہاب (عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی البیضاوی)، ج:۴، ص:۶۵۔
۲۰۔ ایضاً۔
۲۱۔ فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، ج:۱۲، ص:۲۳۱۔
۲۲۔ سیّد محمود آلوسی، روح المعانی، ج:۷، ص:۱۳۴۔
۲۳۔ ایضاً۔
۲۴۔ احمد رضا بریلوی، کنزالایمان، سورۂ اعراف، آیت:۸۸۔
۲۵۔ سیّد محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، ج:۹، ص:۲۔
۲۶۔ محمد بن احمد قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن، ج:۷، ص:۲۵۰۔
۲۷۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری، ج:۳، ص:۳۸۵۔
۲۸۔ محمود بن عمر زمخشری، تفسیر کشاف، ج:۲، ص:۹۵۔
۲۹۔ احمد بن محمد بن عمر، شہاب الدین خفاجی، حاشیہ الشہاب علی البیضاوی، ج:۴، ص:۱۹۰۔
۳۰۔ فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر، ج:۱۴، ص:۱۷۷۔
۳۱۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنزالایمان، سورۂ توبہ، آیت:۶۷۔
۳۲۔ محمد بن یزید الربعی، سنن ابن ماجہ، باب طلاق المکروہ والناسی، ص:۱۴۸۔
۳۳۔ اسماعیل حقی، علامہ، تفسیر روح المعانی، ج:۱۰، ص:۴۶۱۔
۳۴۔ سیّد محمد آلوسی، تفسیر روح المعانی، ج:۱۰، ص:۱۱۸۔
۳۵۔ ایضاً۔
۳۶۔ محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، ج:۵، ص:۳۲۔
۳۷۔ اسماعیل بن کثیر، تفسیر ابنِ کثیر، ج:۲، ص:۳۶۸۔
۳۸۔ احمد رضا بریلوی، امام، کنزالایمان، سورۂ فتح، آیت:۲۔
۳۹۔ فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر، ج:۲۸، ص:۷۸۔
۴۰۔ ایضاً۔
۴۱۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری، ج:۹، ص:۳۔
۴۲۔ احمد الصاوی، الشیخ، الصاوی علی الجلالین، ج:۴، ص:۸۰۔
۴۳۔ حسن بن محمد نظام الدین، غرائب القرآن، ج:۲۶، ص:۴۱۔

تعلیماتِ رضا کے فروغ میں علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

عقیل احمد (پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر، جامعہ کراچی)

محبّتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ کسوٹی ہے جس سے ایمان و نفاق سے آگہی ہوتی ہے ایک انسان جب کلمۂ طیبہ پڑھنے سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ مسلمان بن جاتا ہے اب اس کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام کائنات کے انسانوں، رشتوں اور ہر شے سے زیادہ محبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرے۔ ایمان کامل، یقینِ محکم، فکرِ راسخ اور عملِ مستقیم جیسے اوصاف محبتِ رسول کے بعد ہی کسی ذات میں نظر آتے ہیں۔ صحابۂ کرام جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولین عشّاق تھے اپنے آقائے کریم سے تعلقِ محبت ہی کی وجہ سے وہ مقام پاگئے جس کی نظیر بندہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ بعثتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر اب تک تاریخ عالم میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرا جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے محبّوں سے خالی ہو۔ سب ہی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلقِ الفت کو مضبوط کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رشتہ غلامی استوار کیا۔ اسی فکر کی بدولت دین پھیلا کیونکہ دین ہے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا نام اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا نتیجہ ہے۔ ان غلامانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اپنے عہد میں گستاخانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر محاذ پر قلع قمع کیا اور ہر اُس تحریک جس میں آقائے دوجہاں سے بغض و عناد سر مو بھی نظر آیا اس کے خلاف میدانِ عمل میں آگئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب دشمنانِ دین اسلامی حکومت کو ختم کر کے اقتدار پر قابض ہوگئے اور انہوں نے نہتے مسلمانوں کا بے دریغ قتلِ عام کیا تو نہ صرف اس پر بس کیا بلکہ فاقہ کش، غیّور مسلمانوں کے قلوب سے عشقِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح ختم کرنے کے بھی مختلف حربے استعمال کیے جس کی خاطر اُس عہد کے مسلمانوں سی کئی ظاہری شباہت رکھنے والے ضمیر فروش مل گئے۔ ان کی مالی معاونت کے عوض اُن سے ایسی ایسی تحاریر لکھوائی گئیں کہ جس کو لکھنا تو ایک طرف صرف سوچ کر ہی ایک مسلمان کانپ اُٹھتا ہے۔ ایسے دور میں جب مال و اقتدار کی خاطر ایمانوں کے سودے ہو رہے تھے دین پر عمل کو فرسودگی اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوانگی کہا گیا تو اللہ تعالیٰ

نے مسلمانانِ برِصغیر پر اپنا کرم حضرت امامِ اہلِ سنت مجددِ دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کی صورت میں فرمایا رسول عربی کے اس سچے عاشق نے ہر محاذ پر دشمنانِ دین اور گستاخانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محاسبہ کیا، ہر گستاخی کا جواب دیا اور ساتھ ساتھ نظم و نثر کی صورت میں عظمت رسول بیان کرتے رہے۔ آپ نے محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا گلستان سجایا کہ جس کی نسیمِ روح آفریں نے نہ صرف ساکنانِ برِصغیر بلکہ مشارق و مغارب میں بسنے والے تاجدارِ کائنات کے غلاموں کے مشامِ جاں کو معطر کردیا۔ اپنی ایمان افروز تحاریر کے علاوہ امامِ اہلسنت نے اپنے تلامذہ کی ایسی جماعت تیار کی جنہوں نے سیاسی، سماجی، معاشی، علمی، روحانی ہر محاذ پر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی قندیلیں فروزاں کیں جس سے گستاخی و بے ادبی اور فسق و فجور کی ظلمتیں کافور ہوگئیں۔ امام اہلسنت کی ذاتِ اقدس اتنی ہمہ گیر اور ہمہ جہت تھی کہ شاید ہی آپ نے حیاتِ انسانی کے کسی پہلو پر قلم نہ اٹھایا ہو۔ آپ کے تلامذہ اور پھر اُن کے تلامذہ نے آپ کے افکار کی ایک ایک جہت کو اپنا وظیفۂ حیات بنایا اور اُسی کے مطابق فروغِ فکرِ رضا پر کام کیا۔ امامِ اہلِ سنّت کے وصال کے صرف چند برس بعد ہندوستان ہی کی سرزمین پر فیروز پور کے قصبے کھیم کرن میں ایک ہستی وجہِ شادابیِ جہاں ہوئی جس کی سعادت مندی کی بشارتیں اُس کی ولادت سے قبل ہی اہلِ محبت نے دیں یہ شخصیت خطیبِ اعظم پاکستان حضرت علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جنہوں نے فکرِ رضا کے فروغ کے لیے خطابت کو اپنا شعار بنایا۔ گلستانِ رضا کے اس گلِ سرسبد نے اپنی مسحور کن خطابت سے قلوب و اذہان کا رخ ایک بار پھر تاجدارِ مدینہ کی طرف کردیا۔ علامہ اوکاڑوی نے ایشیا و افریقہ میں اٹھارہ ہزار خطابات کیے جو ایک عالمی ریکارڈ ہے اس خطیبِ دل پذیر نے شاید ہی کوئی ایسی تقریر کی ہو جس میں امامِ اہلِ سنّت کے اشعار نہ پڑھے ہوں بلکہ جس طرز سے علامہ اوکاڑوی نے کلامِ رضا پڑھا وہی طرز عوام میں اتنی مقبول ہوئی کہ وہ کلام پھر اُس طرز سے پہچانا جاتا۔ حضرت شاہ انصار اللہ آبادی جو اپنے حلقوں میں "شیخ النعت" کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے خوب لکھا اور علامہ اوکاڑوی نے خوب پڑھا علامہ اوکاڑوی جن کو دنیا خطیبِ اعظم پاکستان کے لقب سے یاد کرتی ہے نے شہر شہر، قریہ قریہ بستی بستی فکرِ رضا کی دھوم مچادی۔ بقول جناب بشیر حسین ناظم، علامہ اوکاڑوی نے اعلیٰ حضرت کے عقائد و مسلک کے گلستان کی از سرِ نو آبیاری کی اور مسلک رضا کا ہر جگہ لوہا منوایا صرف شہر کراچی ہی میں علامہ اوکاڑوی کی خطابت کی اتنی دھوم تھی کہ علامہ سید سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد حسن حقانی رحمۃ اللہ علیہ (سابق MPA، سندھ اسمبلی) فرماتے ہیں کہ علامہ

اوکاڑوی کے خطاب کے موقع پر بعض دفعہ اتنا ہجوم ہوتا کہ لوگ چھتوں، درختوں اور کھمبوں پر چڑھ کر آپ کا خطاب سنتے اور خواتین گاڑیوں میں بیٹھ کر آپ کا خطاب سماعت کرتیں۔ علامہ حسن حقانی تو یہاں تک فرماتے کہ علامہ اوکاڑوی نے ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کو انٹرنیشنل بنادیا۔ کراچی ہی میں موجود الحاج شمیم الدین سابق صوبائی وزیر، سندھ جو علامہ اوکاڑوی کے 1970ء کے الیکشن میں چیف پولنگ ایجنٹ تھے فرمارہے ہیں کہ جیسے ہی علامہ اوکاڑوی کی جیپ جلسہ گاہ میں داخل ہوتی تو لوگ جیپ سے اُڑنے والی خاک کو اپنے چہروں پر حصولِ برکت کے لیے مل لیتے۔ صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت خواں الحاج صدیق اسماعیل فرماتے ہیں کہ میرا رجحان نعت خوانی کی طرف انہی کی وجہ سے ہوا اور بڑی شفقت سے میری تربیت فرمائی؛ میں آج جس مقام پر ہوں وہ انہی کی توجہ اور تربیت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے نعتیہ کلام مولانا جس خوش الحانی سے پڑھتے تھے وہ ان کا اپنا ایک منفرد انداز تھا اور کلامِ اعلیٰ حضرت کو ان کے ذریعے بہت شہرت ملی۔

علامہ ابرار احمد رحمانی فرماتے ہیں کہ ''ان کی توجہ اور محنت کا یہ ثمر ملا آج بندۂ ناچیز بھی ایک خطیب اور مقرر کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نے اپنی پوری زندگی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر عشقِ رسول میں بسر کی''۔ علامہ اوکاڑوی کے خطابات ہی کا نتیجہ تھا کہ کئی تنظیمیں معرضِ وجود میں آئیں جن میں 1956ء میں سب سے پہلے آپ نے خود جماعتِ اہلِ سنت کی بنیاد رکھی۔ اس جماعت کے لوگ دنیا بھر میں ''بریلوی'' کہلائے جاتے ہیں طلبہ کی ملک گیر جماعت انجمن طلبہ اسلام میں بے شمار لوگ علامہ اوکاڑوی کے تربیت یافتہ تھے جن میں حافظ محمد تقی شہید (سابق MNA) سر فہرست تھے اور خود اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس تنظیم نے ملک کے تعلیمی اداروں میں فروغِ فکرِ رضا کے لیے مؤثر کام کیا۔ اسی طرح دعوت و تبلیغ کی غیر سیاسی جماعت ''دعوتِ اسلامی'' کو ابتدا میں علامہ اوکاڑوی ہی نے ایک مضبوط مرکز فراہم کیا اور اب یہ جماعت پچاس سے زائد ملکوں میں فیضانِ رضا بانٹ رہی ہے۔

کراچی میں دارالعلوم امجدیہ اور دیگر مقامات میں ''یوم رضا'' پر علامہ اوکاڑوی کے خصوصی خطابات ہوتے ہیں جن میں ''شانِ مصطفیٰ اور اعلیٰ حضرت بریلوی'' ''یوم رضا'' اور ''عرسِ اعلیٰ حضرت بریلوی'' پر آپ کی تقاریر کی ریکارڈنگ آج بھی موجود ہے جو اعلیٰ حضرت کی شخصیت عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور افکار پر جامع خطابات ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق خطابات جس میں حبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نبیوں کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کوثر و

حبیب، سراجاً منیرا، نعمتِ عظمیٰ، حضور نور ہیں، حضور برہان ہیں، سلطنتِ مصطفےٰ، نور و بشر، میلادِ مصطفےٰ، معراج مصطفےٰ، حیات النبی، عظمتِ مصطفےٰ، مقام مصطفےٰ، ندائے یا رسول اللہ اور مسئلۂ علمِ غیب میں بڑے ہی موثر اور بھر پور طریقے سے عقائد و مسلکِ رضا کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت کے بارے میں جب مخالفین یہ کہتے کہ انہوں نے شرک و بدعت کو رواج دیا تو علامہ اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہیں نہیں بریلی کے اس قافلہ سالارِ عشق نے تو عشق و محبت کا پیغام دیا۔

خطیبِ پاکستان نے بیس سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں آپ کی مشہور و معروف کتاب "ذکرِ جمیل" جو خصائصِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے اس میں علامہ موصوف نے موضوع کی مناسبت سے کثیر تعداد میں اعلیٰ حضرت کے اشعار لکھے یہ کتاب پچپن برس پہلے شائع ہوئی اور اب تک لاکھوں کی تعداد میں اندرون و بیرونِ ملک فروخت ہوچکی ہے۔

علامہ اوکاڑوی نے 1976ء میں جنوبی افریقہ میں جماعتِ اہلِ سنت کی بنیاد رکھی جس میں ابتداء ہی میں ہزاروں افراد شامل ہوئے۔ 1980ء میں علامہ اوکاڑوی کے خطابات کی ساٹھ ہزار سے زائد کیسٹس جنوبی افریقہ میں فروخت ہوئیں اسی طرح برطانیہ میں مقیم جناب محمد الیاس صاحب علامہ اوکاڑوی کی تقاریر ہی کے سبب فکرِ رضا سے متعارف ہوئے اور اب تک وہ اعلیٰ حضرت کی پچاس سے زائد کتب کا انگلش میں ترجمہ کر کے شائع کر چکے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، انڈیا، بنگلہ دیش، کشمیر اور پاکستان بھر میں علامہ اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کی ریکارڈنگ اب تک لوگوں کے عقائد اور اعمال درست کر کے اُن کو فکرِ رضا کا موئید بنا رہی ہیں۔

ملک پاکستان میں موجود روحانی خانقاہیں جن کو "آستانہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی ہو جہاں علامہ اوکاڑوی خطاب کے لیے نہ گئے ہوں صرف آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں اپنے مرشدِ کریم حضرت قبلہ ثانی صاحب میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور کرمانوالہ شریف میں حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری کے سامنے نجی محافل میں اور اعراس کے موقعوں پر ہزاروں مریدین کے سامنے علامہ کے خطابات میں موجود اعلیٰ حضرت کے اشعار اور افکار لوگوں میں مزید معارف رضا کی جستجو کو پیدا کرتے۔

علامہ اوکاڑوی کی پر اثر خطابت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بے شمار لوگوں نے آپ کے طرز خطابات کو اپنایا اور لاتعداد لوگ علمِ دین کی طرف مائل ہوئے جس میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی جیسے نابغۂ عصر بھی شامل ہیں۔ اُن کا اپنا بیان ہے کہ میرے والد مجھے علامہ اوکاڑوی کے خطاب کی ایک محفل میں لے گئے میں نے اُس دن یہ فیصلہ کیا کہ مجھے بھی ایسا بننا ہے

"یعنی عالمِ دین" اللہ کی قدرت دیکھیں کہ وہ کیسے چراغ سے چراغ روشن کرتا ہے؛ آج علامہ سعیدی کی صرف شرح صحیح مسلم ہی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے سیکڑوں حوالے موجود ہیں۔ عوامی سطح پر مقبولیت اور پسندیدگی کا یہ عالم تھا کہ جیسے ہی کسی مسجد یا مقام پر اعلان ہوتا کہ آج علامہ اوکاڑوی خطاب فرمائیں گے تو رات گئے تک آپ کے جلسوں میں اتنے لوگ ہوتے کہ اطراف میں سر ہی سر نظر آتے جو علامہ اوکاڑوی سے قرآن و حدیث بھی سنتے اور کلامِ اعلیٰ حضرت سن کر جھومتے بھی۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ آپ کا خطاب سن کر کئی لوگ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جاتے۔

علامہ اوکاڑوی قومی اسمبلی کے رکن، وفاقی مجلس شوریٰ کے رکن، وفاقی سیرت کمیٹی، محکمۂ اوقاف اور دیگر اہم مقامات پر جب تک بھی رہے فکرِ رضا ہی کو فروغ دیا اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ کی تحریک پر ایک محتاط اندازے کے مطابق سو کے قریب مساجد و مدارس کا قیام عمل میں آیا جہاں کے امام و خطیب کے لیے اعلیٰ حضرت کے مسلک پر کاربند ہونا ضروری قرار دیا گیا۔

دینِ اسلام کا پرچم بلند کرنے والے اور عشقِ رسول کو اپنا وظیفۂ حیات بنانے والے یقیناً مقبولانِ بارگاہِ ربِ ذوالجلال ہوتے ہیں اور اُن پر آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصی نظر کرم ہوتی ہے کہ وہ قلوب واذہان پر اپنے فکر و عمل کی یادوں کے ایسے نقوش ثبت کرجاتے ہیں جن کو زمانے کے نشیب و فراز محو نہیں کرسکتے۔ امامِ اہلِ سنت مجدّدِ دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کو اس جہانِ فانی سے واصل الی الحق ہوئے تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے لیکن ہر دن کا اجالا فکرِ رضا کے نئے پہلوؤں سے جہاں والوں کو آشنا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جس طرح اپنے عہد میں فتنہ و فساد کی یلغار اور سازشوں کی یورش میں سرورِ کونین سے اہلِ ایمان کا تعلق مضبوط کرنے کے لیے اپنی حیاتِ مستعار کے قلیل عرصے میں اپنی علمی، فکری، روحانی، ایمانی اور ایقانی قوتوں سے کام لیا یہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ ایسے ہی علامہ اوکاڑوی نے اس ارضِ ناپائیدار میں صرف پچپن برس گزارے لیکن وہ اپنے اس مختصر دورِ حیات میں اپنے خطابات، تحاریر، تنظیم سے وہ کام کرگئے ہیں جو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ علامہ اوکاڑوی کا یہ سارا کام اعلیٰ حضرت کے محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن کیے گئے چراغ کی لو کی تمازت بڑھاتا رہے گا جس کی حرارت اور روشنی بھٹکے ہوؤں کو پھر سوئے حرم لے چلے گی اور گم راہوں کو پھر جانبِ طیبہ گامزن کرے گی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

****

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے حالات اُن کے ایک معاصر کے قلم سے

از: مولانا قاضی عبدالنبی صاحب کوکب نعیمی
﴿ادیب فاضل، منشی فاضل، مولوی فاضل، فاضل دینیات، لاہور﴾

معروف انسانوں کی سیرت پر جو کچھ لکھا جاتا ہے، اُس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اُس لٹریچر پر مشتمل ہے جو اُن کی زندگی کے بعد تیار ہوتا ہے، یہ گو جامع نوعیت کا کام ہو سکتا ہے۔ تاہم بعض اوقات اس میں خوش اعتقادی کا داخلہ ضرور ہو جاتا ہے۔ زندگی کے بعد کئی چیزیں صاحبِ حالات کے متعلق ایسی بھی دریافت ہوا کرتی ہیں، جن کی تصدیق خود صاحبِ حالات سے نہیں کی جاسکتی۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی شخصیت کے حالات اُس کے معاصرین میں سے ہی کسی نے بیان کیے ہوں، اس نوعیت کی سیرت نگاری میں لکھنے والے کا قلم خود بخود از حد محتاط چلتا ہے، کیونکہ جس کے متعلق کچھ لکھا جارہا ہوتا ہے، وہ ابھی زندہ موجود ہوتا ہے، اور ہر بات کی اصلیت اور تہ معلوم کرنے کے مواقع معتبر ہوتے ہیں۔ نیز جس ماحول میں وہ کام مرتب کیا جاتا ہے، اس میں صاحبِ حالات کے کئی دوسرے قریبی متعلقین بھی موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح مخالفین اور نقادین کا ایسا گروہ بھی موجود ہوا کرتا ہے، جس نے صاحبِ حالات کو قریب سے دیکھا اور سمجھا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قسم میں کوئی ایسی بات داخلِ دفتر نہیں کی سکتی، جو محض حُسنِ ظن کی بناء پر پیدا ہو گئی ہو۔

آئندہ سطور میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے جو حالات درج ہیں، وہ ایسے ہی صاحبِ قلم کے لکھے ہوئے ہیں، جو صاحبِ حالات کے زمانے میں موجود تھے، بلکہ عمر میں پانچ چھ برس بڑے تھے اسی لیے وہ موصوف کو سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

☆ یہ صاحب ''تذکرہ علمائے ہند'' کے مؤلف مولانا عبدالشکور عرف رحمان علی صاحب ہیں۔ آپ ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ریاست ریواں میں سفارتِ فوج، سول جج، ڈپٹی مجسٹریٹ اور مجسٹریٹ درجۂ اوّل کے عہدوں پر وقتاً فوقتاً کام کرتے رہے۔ ۱۲۸۷ھ میں اسی ریوان کے مقام پر قیمتی پتھر کی ایک عالیشان مسجد تعمیر کی، اور اس کے بعد اپنی جاگیر کی آمدنی اس مسجد کی ضروریات پر صرف کر دیا کرتے تھے۔ علم و فضل کے علاوہ صاحبِ ارادت و عقیدت بھی تھے۔ الٰہ آباد کے کسی بزرگ سے بیعت کی تھی۔ تالیفات کا ایک دفتر یادگار چھوڑا۔ آپ کی ایک کتاب ''فضائل نبوی'' کے موضوع پر بھی تھی۔

مؤلفِ تذکرۂ مذکور نے مختلف مکاتبِ فکر کے اہلِ علم افراد کا ذکر کیا ہے، اس لحاظ سے یہ تذکرہ ایک غیر جانبدارانہ تالیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ تذکرہ نگار نے اعلیٰ

حضرت قدس سرہ کے حالات صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۱۸ تک درج کیے ہیں، جو تفصیلات اور جو علمی کام اُس وقت تک تذکرہ نگار کو معلوم ہو سکا تھا، وہ اُس نے توجہ اور فخر کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے۔

چونکہ یہ تذکرہ فارسی زبان میں مرتب کیا گیا ہے، اس لیے اُردو خواں حضرات کے لیے مذکورہ بیان کا بامحاورہ اُردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ (کوکب)

تذکرہ علمائے ہند کا بیان

"مولوی احمد رضا خاں بریلوی، مولوی نقی علی خاں کے صاحبزادہ ہیں۔ دادا کا نام مولوی رضا علی خاں تھا۔ وطن بریلی روہیلکھنڈ۔ دس شوال، ہفتہ ۱۲۷۲ھ کو دنیا میں تشریف لائے۔

آپ کے عقیقہ کے دن، دادا جان کو خواب میں ایک بشارت ہوئی، جس کی تعبیر اُنھوں نے یہ بتلائی کہ یہ بچہ فاضل اور عارف ہوگا۔ پھر مختصر یہ کہ چار سال کی عمر میں قرآنِ حکیم ختم کرلیا اور چھے برس کے تھے کہ ایک بار ربیع الاول کے مہینے میں ایک بڑے اجتماع کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر میلادِ نبوی پڑھا۔۔۔ آپ نے معقول و منقول کے تمام درسی علوم کی تعلیم، اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔ ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو (چودہ برس کی عمر میں) آپ کے فارغ التحصیل ہونے کی فاتحہ خوانی منعقد ہوئی۔ اُسی روز آپ نے رضاعت (شیر خوارگی) کے متعلق ایک استفتا (سوال) کا جواب بھی تحریر کیا۔ چنانچہ اُسی دن سے آپ کے والدِ ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔

۱۲۹۴ھ میں آپ سید شاہ آلِ رسول مارہروی کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سید صاحب موصوف نے آپ کو خلافت مرحمت فرمائی، اور طریقت کے تمام سلسلوں میں بیعت کی اجازت عطا کی۔ نیز سند حدیث بھی عنایت فرمائی۔

۱۲۹۵ھ میں آپ اپنے والد محترم کے ہمراہ سفر حج پر تشریف لے گئے، اور حرمین شریفین کے اکابر علما یعنی سیّد احمد دحلان (شافعیوں کے مفتی) اور عبدالرحمٰن سراج (حنفیوں کے مفتی) سے علومِ حدیث، فقہ، اصول، تفسیر، اور متعدد علوم کی سندات حاصل کیں۔

ایک دن آپ نے مقامِ ابراہیمؑ کے پاس نمازِ مغرب ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے، تو مصلّی شافعی کے امام شیخ حسین بن صالح تشریف لائے، اور بغیر کسی سابق تعارف کے آپ کا ہاتھ تھام لیا، اور اپنے ساتھ مکان پر لے گئے، وہاں دیر تک آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرماتے رہے "میں اس ماتھے میں دین کا نور دیکھ رہا ہوں۔"* بعد ازاں صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی،

---

* اردو ترجمہ "تذکرہ علمائے ہند" شائع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمۃ، مدینۃ الحکمۃ، شاہرہ مدینۃ الحکمۃ، کراچی کے صفحہ ۱۱۱ پر آپ کے اصل الفاظ اس طرح منقول ہیں: "اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ (بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں)" (حاشیہ از ندیم احمد ندیم قادری نورانی)

ابوداؤد، ابنِ ماجہ، نسائی) کی سند اور سلسلۂ قادری کی اجازتِ بیعت خود اپنے دستخط سے عنایت فرمائی، اور اپنی طرف سے آپ کا نام "ضیاء الدین احمد" رکھا۔

شیخ کی سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک گیارہ وسائط پڑتے ہیں۔ شیخ موصوف نے مسلکِ شافعی کے مطابق، حج کے مسائل و مناسک پر ایک رسالہ "الجوھرۃ المضیۃ" تصنیف کیا تھا، شیخ چاہتے تھے کہ مولانا احمد رضا، اس کی شرح لکھیں۔ چنانچہ آپ نے صرف دو دن میں "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوھرۃ المضیۃ" کے نام سے شیخ کی کتاب کی شرح مکمل فرمالی۔ شیخ نے اس شرح کی تحسین و آفریں میں بہت کچھ ارشاد فرمایا۔

مدینۃ الکریمہ میں شافعیوں کے مفتی، صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کو دعوت پر مدعو کیا۔ دورانِ گفتگو یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ بقیع کے قبرستان میں دفن ہونے والے حضرات میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا "امیر المؤمنین حضرت عثمان افضل ہیں" رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولانا محمد بن محمد عرب نے فرمایا "حضرتِ ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں۔"

دونوں حضرات اپنے اپنے دلائل بیان کرتے رہے۔ آخر میں عرب صاب فرمانے لگے دراصل دونوں رائیں صحیح اور مدلّل ہیں۔ اس پر آپ نے پڑھا وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (بقرہ) (اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جدھر وہ رخ کرتا ہے)۔

اتنے میں حرم پاک سے نمازِ عصر کی اذان سنائی دی، اور مفتی شافعیہ محمد بن عرب نے یہ ٹکڑا تلاوت کیا۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (بقرہ)۔ (پس اچھائیوں کی طرف قدم بڑھاؤ)

چنانچہ سب حضرات نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اُسی رات نمازِ عشا کے بعد مسجد خیف میں مولانا احمد رضا (قدس سرہ) کو مغفرت کی بشارت ہوئی۔ مولانا سلمہ ربہ صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں:

۱۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین۔ ۲۔ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تھامۃ۔ ۳۔ سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ۔ ۴۔ نافی الفیٔ عمن بنورہ انار کل شیٔ۔ ۵۔ ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن شمس الاکوان۔ ۶۔ سمع وطاعۃ لاحادیث الشفاعۃ۔ ۷۔ تلالؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک ۸۔ القیام المسعود بتنقیح المقام المحمود۔ ۹۔ اجلال جبرئیل بجعلہ خادماً للمحبوب الجلیل۔ ۱۰۔ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین۔ ۱۱۔ البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص۔

جو تفضیلِ شیخین سے متعلق ہیں:

۱۲۔منتھی التفصیل لمبحث التفضیل۔

۱۳۔مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین۔ ۱۴۔ الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ ۱۵۔ الکلام البھی فی تشبہ الصدیق بالنبی۔ ۱۶۔وجد المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق۔

جو اہلبیت اور صحابہ سے متعلق ہیں:

۱۷۔احیاء القلب المیت بنشر مناقب اھل بیت۔ ۱۸۔ اظلال السحابۃ فی اجلال الصحابۃ ۱۹۔ رفع العروش الخاویۃ من ادب الامیر معاویۃ۔ ۲۰۔ الاحادیث الراویۃ لمناقب الصحابی معاویۃ۔

جو اولیائے کرام سے متعلق ہیں:

۲۱۔ الھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال۔ ۲۲۔ انھار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار۔ ۲۳۔ازھار الانوار من ضیاء صلوٰۃ الاسرار۔ ۲۴۔ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور۔ ۲۵۔ مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم۔

جو اختلافی مسائل سے متعلق ہیں:

۲۶۔ حیات الموات فی سماع الاموات۔

۲۷۔منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین۔

۲۸۔ نسیم الصبا فی ان الاذان تحول الوباء

۲۹۔البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ۔

جو فنِ حدیث سے متعلق ہیں:

۳۰۔ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب۔ ۳۱۔ نور عینی فی الانتصار للامام العینی۔ ۳۲۔الروض البھیج فی آداب التخریج۔

(نوٹ) اس کتاب کے متعلق تذکرہ نگار نے لکھا ہے کہ اس فن میں اگر کوئی اور کتاب پہلے کی لکھی ہوئی دریافت نہ ہوسکے، تو پھر مصنف (اعلیٰ حضرت قدس سرہ) اس شعبے کے موجد قرار پائیں گے۔

جو فقہ سے متعلق ہیں:

۳۳۔ عبقری حسان فی اجابۃ الاذان۔

۳۴۔ حُسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ۔ ۳۵۔ ازکیٰ الھلال فی ابطال ما احدث الناس فی امر الھلال۔ ۳۶۔الاحلیٰ من السکر لطلبۃ سکر روسر ("رُوسر" انگریزوں کی ایک تجارتی کمپنی کا نام ہے۔ جنھوں نے شاہجہانپور میں شکر اور چینی کا کارخانہ جاری کیا ہے، وہ جانوروں کی ہڈیاں جلا کر شکر وغیرہ بناتے ہیں)۔ ۳۷۔اجود القریٰ لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القریٰ۔ ۳۸۔النیّرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ۔ ۳۹۔جمل

مجلیة فی ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیة۔ ۴۰۔ الامر باحترام المقابر۔ ۴۱۔البارقة اللمعاً علیٰ طالحٍ نطق بکفرٍ طوعاً۔ ۴۲۔ المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة۔ ۴۳۔احکام الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام۔ ۴۴۔فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ ۴۵۔العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة۔

جو متفرق ابواب سے متعلق ہیں:

۴۶۔ مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید۔ ۴۷۔اعتبار الطالب بمبحث ابی طالب ۴۸۔السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور۔ ۴۹۔نور الامال فی الاوفاق والاعمال ۵۰۔ماقل وکفیٰ من ادعیة المصطفےٰ۔

جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ میں بریلی، بدایوں، سنبھل، اور رامپور کے تفضیلیوں کا ایک گروہ مولوی محمد حسن سنبھلی کی سرکردگی میں بریلی شہر میں آیا، اور حضرت سے مسئلۂ تفضیل پر مناظرہ کرنا چاہا۔

(نوٹ) مسئلۂ تفضیل سے یہ بحث مُراد ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل کون شخصیت ہے؟ اس مسئلے میں اہلِ سنت کا موقف یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل صحابہ ہیں۔

آپ اُن دنوں بیمار تھے، مُسہل دواؤں کا استعمال جاری تھا، اس کے باوجود آپ نے تیس سوالات لکھ کر، اس جماعتِ مناظرین کے قائد کے پاس روانہ کیے۔ چنانچہ وہ لوگ ان سوالات کو پڑھ کر فوراً ہی بذریعہ ریل واپس تشریف لے گئے، اور ان کے تمام معاونین بھی چپ سادھ گئے۔

اس مناظرے کی کچھ تفصیل، رسالہ فتح خیبر (۱۳۰۰ہجری) میں شائع ہوچکی ہے۔ پھر اس واقع کے بعد حضرت کی طرف سے مناظرے کا اعلان عموماً شائع ہوا، لیکن آج تک کسی گوشے سے کوئی آواز نہیں اُٹھی، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اس وقت آپ کی تصانیف پچھتر (۷۵) تک پہنچ چکی ہیں۔ سلمہٗ اللہ تعالیٰ" ("تذکرہ علمائے ہند" مطبوعہ لکھنؤ ص:۱۵تا۱۸)

(نوٹ) تذکرہ مذکورہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زندگی میں ہی شائع ہوا تھا، اُس وقت تک آپ کی جو تصنیفات مرتب ہوچکی تھیں، اُن کی تعداد مؤلف کے اندازے کے مطابق پچھتر تھی۔ ویسے آپ نے اپنی پوری زندگی میں، جو تالیفات دنیائے علم کے سامنے رکھی تھیں، اُن کی تعداد کم وبیش ایک ہزار ہے۔ (کوکب)

﴿بہ شکریہ، سوادِ اعظم لاہور ۱۵ر صفر المظفر ۱۳۸۴ھ بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۲۶ر جون ۱۹۶۴ء﴾

♣ * ♣ * ♣ * ♣ ♣ * ♣ *

تبصرہ در تبصرہ۔ تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق

پروفیسر دلاور خان (پرنسپل، جامعہ ملیہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ملیر، کراچی)

مفکرِ اسلام احمد رضا حنفی نے اسلام کے فروغ کے لیے مختلف جہات پر تحقیق و تصنیفی امور سر انجام دے کر اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیا تاکہ مسلم امہ کی نشاۃِ ثانیہ کی راہ ہموار ہو سکے۔ اسی سلسلے میں مسلمانوں کی معاشی، سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور تعلیمی حالت کے معیار کو بلند کرنے کی شب و روز کاوش فرمائی اور مسلم امّہ کی تعلیمی زبوں حالی کو بہتری کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے تعلیمی پالیسی کے بہترین اور قابلِ عمل خدوخال وضع کیے۔ جب ماہرین تعلیم نے آپ کے تعلیمی افکار کا مطالعہ کیا تو مزید تحقیق کی لگن نے بحرِ رضا کے شناور بننے کے شوق کے نتیجے میں ملکی اور بین الاقوامی جامعات و کلیات میں تعلیمی افکار رضا پر تحقیق کا آغاز کر دیا اور دیکھتے دیکھتے تحقیقی مواد اتنا جمع ہو گیا کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم اور مغربی مفکرین کے تعلیمی نظریات پر اتنی زیادہ تحقیقات نہیں ہوئیں جتنی شیخ الاسلام احمد رضا محدث حنفی پر ہوئیں اس کے باوجود ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بحرِ رضا کے چند قطروں سے فیضیاب ہوئے جو "ہنوز دلی دوراست" کا مصداق ہے۔ جیسے جیسے تحقیقات آگے بڑھ رہی ہیں ویسے ویسے فکرِ رضا پر تحقیق کی نئی جہات وا ہو رہی ہیں جو ماہرین تعلیم کو صدائے تحقیق دے کر متوجہ کر رہی ہیں۔

سلیم اللہ جندران خود ایک ممتاز ماہر تعلیم ہیں اور رضویات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے امام احمد رضا کے تعلیمی افکار پر گذشتہ بیس سالوں میں خوب تحقیق کی ہے اور کئی اسکالرز کو فکرِ رضا کی تعلیمی جہت پر کام کرنے پر متوجہ کیا اس طرح امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات کی تحقیق میں موصوف نے "تعلیمی افکار رضاء پر تحقیق" پر ایک مبسوط تحقیقی مقالہ قلمبند کیا جس کا منہج تحقیق وہی ہے جو بالعموم جامعات میں تحقیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مقالہ کی تحقیق و تدوین کے لئے پنجاب کے دورافتادہ گاؤں میں رہتے ہوئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس موضوع جو پر تحقیقات ہوئیں انہیں یکجا کر دیا تاکہ محققین کو اس سے رہنمائی حاصل ہو سکے۔ یقیناً یہ کاوش تعلیم کے لیے قیمتی اثاثہ ثابت ہو گی جس کے لیے سلیم اللہ جندران اور سیّد وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی) مبارک باد کے مستحق ہیں۔

حال ہی میں راقم کو ماہنامہ "معارف رضا" اپریل ۲۰۱۰ء کو پڑھنے کا موقع ملا جس میں "تعلیمی افکار رضا پر تحقیق" پر محترم ڈاکٹر محمد ارشاد کا ایک بھرپور تبصرہ نظر سے گذرا جسے پڑھ کر دلی مسرت ہوئی کہ تبصرہ نگار نے تبصرہ کے جملہ لوازمات کا بھرپور استعمال کیا ہے اور مقالے کی افادیت کو اجاگر کیا اور کمزوریوں کی نشاندہی کی اور ساتھ ہی ساتھ مقالے کی بہتری کے لئے قابل عمل تجاویز فراہم کی ہیں اور تعلیمیات اور رضویات کے متعدد گوشوں کو اُجاگر کیا گیا ہے جس سے قاری پر ایک خوشگوار تاثر پڑتا ہے۔ ڈاکٹر ارشاد صاحب نے بطور مشورہ چند توجہ طلب امور کی نشاندہی بھی کی ہے جو کہ ایک تبصرہ نگار کی ذمے داری اور اس کا حق ہے لیکن کہیں کہیں ان سے تسامح ہو گیا ہے۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں:

مشورہ نمبر 2: "کتابت کی پروف ریڈنگ آئندہ ایڈیشن میں ذرا اور بہتر انداز میں کر لی جائے تاکہ جو

غلطیاں نظروں سے او جھل ہو گئیں درست کی جا سکیں۔ جیسا کہ صفحہ نمبر ۱۴ پر ادائیگی کی بجائے ادائی لکھا گیا ہے۔۔۔ یقیناً آئندہ ایڈیشن میں یہ سہو دور ہو سکتا ہے۔"

قواعدِ املا کی رو سے ادائی ہی درست ہے۔ رشید حسن خان لکھتے ہیں کہ "یہ قاعدہ ہے کہ جن لفظوں کے آخر میں الف ہوتا ہے ان کے آگے "ئی" کا لاحقہ شامل کر کے اسمِ منسوب اور اسمِ مصدر بنا لیے جاتے ہیں جیسے رعنا سے رعنائی اور گدا سے گدائی"۔ (اردو املا، ص:۵۳، رشید حسن خان)

اسی قاعدے کی رو سے نما سے نمائی کشا سے کشائی نوا سے نوائی اور ادا سے ادائی پس معلوم ہوا کہ ادائیگی کی بجائے سلیم اللہ جندران نے اردو قواعد املا کے مطابق ادائی صحیح لکھا ہے۔

مشورہ نمبر 3: ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں "بہتر یہ ہے کہ فہرست عنوانات کتب کی نہج پر کتاب ہذا کے آخر میں دی جائے کیوں کہ جہاں یہ اب مذکور ہے، وہ صفحہ نمبر ۲۰ ہے جبکہ اس سے پہلے بھی عنوانات گزر چکے ہیں"

اس سلسلے میں عرض ہے کہ ایک تحقیقی مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے:

i) PRELIMINARY PAGES

ii) BODY OF REPORT

iii) REFERENCES

ان خصوصیات کی بناء پر مذکورہ تحقیقی مقالے کا پہلا حصہ PRELIMINARY PAGES مختلف عنوانات پر مشتمل ہے جو تقریباً انیس صفحات تک پھیلا ہوا ہے جبکہ مقالہ کا دوسرا حصہ BODY OF REPORT صفحہ نمبر ۲۰ سے شروع ہو رہا ہے اسی طرح صفحہ نمبر ۲۰ سے پہلے عنوانات کا تذکرہ FORMAT THESIS RESEARCH بنیادی تقاضوں کو پورا کر رہا ہے۔

مشورہ نمبر 4: "کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰ پر اظہارِ تشکر کے مواد میں اعلیٰ حضرت کے اُستاد کے نام پیغام مذکور ہے، عبارت بھی درج ہے مگر اُس کو واوین ("۔۔۔۔") میں نہیں لکھا گیا۔"

جبکہ راقم الحرف کے پیشِ نظر مذکورہ مقالے کا صفحہ نمبر ۱۰ ہے جس پر اعلیٰ حضرت کے استاد کے نام پیغام مذکور ہے اس عبارت کو واوین ("۔۔۔") میں ہی لکھا گیا ہے۔

یقیناً یہاں ڈاکٹر صاحب سے بھول چوک ہو گئی ہے۔

مشورہ نمبر 5: "کتاب پڑھنا شروع کریں تو کہیں کہیں آپ کو اس طرح کا کوئی حوالہ و مرجع لکھا ہوا ملے گا کہ "رحمانی 1995"، "قلندر 2000"، "قادری نے کہا"، "جستجو 1998"، "مصباح 2004"، "جیلانی 2001"، JORIE وغیرہا۔ التماس ہے کہ یہاں سوانح و تذکرۂ رجال، تعارفِ مقالہ و کتاب اور تفصیل محققات کی تشنگی کو دور کیا جائے کیونکہ کسی کتاب کے اوائل میں آنے والے حوالہ جات کو تخفیفاً یا مختصراً لکھا جانا چاہیے۔"

اس سلسلے میں APA STYLE کے مطابق حوالہ جات درج کرنے کا اسلوب ملاحظہ فرمائیں:

The convention for citation requires that you identify the author(s) and the year of publication. Although there are a variety of methods for accomplishing this goal, two formats are commonly used for citation:

1. State a fact or make a claim in the text; then cite your source in parentheses within the same sentence. For example:

It has been demonstrated that immediate recall is extremely limited for 5-year-old children (Jones, 1998). Or previous research has shown that response to an auditory stimulus is much faster than response to a visual stimulus (smith & Jones, 1999)

یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ مقالہ میں حوالہ جات کا روایتی انداز اختیار نہیں کیا گیابلکہ اس سلسلے میں بین الاقوامی رائج الوقت حوالہ جات کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو کہ APA STYLE سے ماخوذ ہے اور یہ ایک جدید تحقیقی مقالہ نگاری کا تقاضا ہے اسی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے سلیم اللہ جندران نے متقاضی اسلوب اختیار کیا ہے۔ یقیناً اس اسلوب کو اہلِ تحقیق احسن نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مشورہ نمبر 8: "کتاب کو پڑھتے ہوئے اس کے بارے میں کسی نہ کسی سطح پر لکھے جانے والے THESIS کا پیٹرن محسوس ہوتا ہے۔ ایسا ہونا بھی کوئی عار نہیں مگر وہ تمام عنوان نکال دیے جانے چاہئیں جو کسی کتاب کے مزاج کے بر عکس ہوں مثلاً "بیانِ مسئلہ" "حاصلات و نتائج" کیونکہ ان عنوانات کی وجہ سے کہیں کہیں کتاب کے مجموعی ترتیبی مزاج کو معروف انداز سے ہٹا ہوا ہونے کا احساس ہوتا ہے۔"

زیرِ تبصرہ مقالہ یقیناً ایک THESIS کے پیٹرن پر کتابی شکل میں مدون کیا گیا ہے جس کا تذکرہ بابِ اول میں سلیم اللہ جندران نے بار بار کیا ہے کیوں کہ ایک کتاب اور تحقیقی مقالے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس فرق کو باور کرانے کے لیے بار بار باب اول میں مختلف جہتوں سے کتاب کی بجائے مقالے کا تذکرہ ہے کیونکہ مقالے اور کتاب کی تحریر کا اسلوب جداگانہ ہوتا ہے جبکہ سلیم اللہ جندران نے شعوری طور پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کی کوشش کی ہے جس کا تقاضا یہی ہے کہ مسئلے کا تعارف، بیانِ مسئلہ، مقالے کے مقاصد، حاصلات و نتائج، سفارشات اور مزید تحقیقات کے عنوانات کا تعین کیے بغیر کوئی مقالہ مقالہ نہیں رہ سکتا۔ اگر کتاب اور مقالے کے لوازمات کے فرق کو مدِّ نظر رکھا جائے تو کہیں سے بھی یہ تحقیقی انداز سے ہٹا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تبصرہ نگار نے ایک تحقیقی مقالے کو کتاب پر قیاس کر کے مقالے کے جملہ لوازمات کی اصلاح کا مشورہ دیا ہے جو کہ ایک مقالہ کے لوازمات کے منافی ہے۔

اس کے علاوہ جس خلوص اور محنت سے تبصرہ پر نقد و نظر کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ مجموعی طور پر قابل ستائش ہے اور امید کی جاتی ہے کہ آئندہ بھی اسی نہج پر ڈاکٹر محمد ارشاد صاحب رضویات پر مشتمل کتب پر تبصرہ نگاری کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل) سے گزارش ہے کہ ادارے میں رضویات سے متعلق کتب پر تبصرے کی ذمّے داری ڈاکٹر محمد ارشاد صاحب کو تفویض کی جائے تاکہ معارفِ رضا کے قارئین اس سے مستفیض ہو سکیں۔

راقم الحروف موصوف مبصر (ڈاکٹر محمد ارشاد صاحب) کی درازیٔ عمر، بلندیٔ درجات اور علمی ترقی کے لیے دعاگو ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی تعلیمات و رضویات کے فروغ کی خاطر پیش کی گئی اس کاوش پر انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

300 سے زائد مذہبی و ادبی رسائل و جرائد پر مشتمل پانچوں صوبوں اور آزاد کشمیر پر مشتمل
کونسل آف جرائد اہلِ سُنّت پاکستان کے زیرِ اہتمام
2 روزہ
صوبائی میڈیا ورکشاپ
اہلِ سُنّت پاکستان
پنجاب
نمائش رسائل و جرائد
19-20 جون 2010 بروز ہفتہ، اتوار
بمقام جامعہ نعیمیہ لاہور
ورکشاپ میں پنجاب بھر سے معروف علماء و مشائخ سینئر صحافی،
پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلا اور سکالرز مقالہ جات پیش کریں گے
2009ء میں طباعت و اشاعت اور معیاری تحاریر کے اعتبار سے بہترین رسائل و جرائد کو یادگاری شیلڈ دی جائیں گی
نوٹ: اس کے بعد سندھ، خیبر پختونخواہ، بلوچستان، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں ورکشاپس اور رسائل و جرائد کی مرحلہ وار نمائشوں کا اہتمام کیا جائے گا اور اس سلسلہ کی آخری ورکشاپ اسلام آباد میں منعقد کی جائے گی۔ تمام صوبوں اور آزاد کشمیر میں ہونے والی مرحلہ وار ورکشاپس اور نمائشوں میں شمولیت کرنے والے خواتین و حضرات کو یادگاری شیلڈ اور سرٹیفکیٹس پیش کیے جائیں گے۔
کونسل آف جرائد اہلِ سُنّت پاکستان
دفتر: شہزاد منزل، دہلی روڈ، لاہور کینٹ
صدر . محمد نعیم طاہر رضوی 0333-4284340
سینئر نائب صدر برکات احمد نیاز سیالوی 0333-4227098
جنرل سیکریٹری محمد ضیاء الحق نقشبندی 0300-0323-4388083
سیکریٹری نشر و اشاعت سید قمر احمد سبزواری 0334-9821898